حدیث

محمد اظہر مدنی

یوم جمعہ-فضائل ومسائل

عن طارق بن شهاب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الجمعة حق واجب على كل مسلم فى جماعة الا على اربعة: عبد مملوك، أو امرأة، أوصبى، أو مريض" (ابوداؤد:۱۰۶۷،والطبرانی فی الکبیر۳۸۵/۸-۳۸۶)

ترجمہ: حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: نماز جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت ادا کرنا واجب ہے سوائے چار لوگوں کے، غلام جو کسی کی ملکیت ہو، عورت، بچہ اور مریض۔

تشریح: اسلام میں جمعہ کے دن کی بڑی فضیلت ہے۔اس کے مقام ومرتبہ کا ذکر قرآن واحادیث میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔جس سے دیگر ایام کے مقابلے میں اس کے امتیازات کا اندازہ ہوتا ہے۔اس کی اہمیت وفضیلت اور مقام ومرتبہ کو سامنے رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سیدالایام قرار دیا ہے۔ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذ ررضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشادفرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا ہے (بلکہ اس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ) وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی زیادہ عظمت وفضیلت والا ہے۔اوراس کی پانچ خصوصیتیں ہیں۔(۱) اللہ تعالیٰ نے اس دن یعنی بروز جمعہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا(۲)، اسی دن انہیں زمین پر اتارا(۳) اسی دن ان کو فوت کیا(۴) جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بھی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ کسی حرام کا سوال نہ کر رہا ہو۔اوراسی دن قیامت قائم ہوگی اور مقرب فرشتے، آسمان وزمین، ہوا، پہاڑ، اور سمندر یہ سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں۔مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر دن جس پر سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے۔حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ "**ان من افضل ایامکم یوم الجمعة**" تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کی وفات ہوئی اوراسی دن صور پھونکا جائے گا اوراسی دن تیز اور دل دہلا دینے والی آواز بلند ہوگی۔چنانچہ ہر وہ مسلمان جس پر نماز جمعہ فرض ہے، اسے اس دن کا اہتمام کرنا چاہیے اوراس کثیرالفوائد عظمتوں سے لبریز، خیرات وبرکات سے بھرپور دن سے مستفید ہونے کے لئے اس دن کی تعلیمات اور آداب کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے اوراس کے مطابق یہ مبارک دن گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کی رات سورہ الکہف کی تلاوت کی تو اس کے اور خانہ کعبہ کے درمیان کی مسافت کے برابر نور کی روشنی ہوجاتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں سورہ السجدہ اور سورۃ الدھر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔جمعہ کے دن غسل کا اہتمام کیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔اور بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے لیے آنے کا ارادہ کرے تو وہ غسل کرے۔خوشبو لگانے کا اہتمام کرے، اچھے کپڑے پہنے، سر میں تیل لگائے۔جب نماز جمعہ کا وقت ہوجائے تو بغیر تاخیر جلدی سے مسجد آئے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"۔"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب جمعہ کے دن کی نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ پہلی پہر میں مسجد میں آنے کی صورت میں ایک اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے اور جب امام منبر کی طرف بڑھتا ہے تو فرشتے بھی اپنے رجسٹر کو بند کرکے مسجد میں داخل ہوکر خطبہ سننے لگتے ہیں۔تاخیر سے پہنچنے والا شخص خیرکثیر اور اجرعظیم سے محروم ہوجاتا ہے۔نیز آداب جمعہ میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کی جائے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگی جائیں اور نہایت ہی خاموشی اور تواضع سے خطبہ کو بغور سنا جائے۔بیہودہ اور لغو باتوں سے بالکلیہ اجتناب کیا جائے، نماز جمعہ کے بعد سنت کا اہتمام کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ اس مبارک ساعت کی تلاش میں لگا رہنا چاہئے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔لیکن یہ ساعت بہت مختصر ہوتی ہے۔مختلف احادیث میں مختلف اوقات کا ذکر ہے۔مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ وہ وقت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز ختم ہونے کے درمیان تک ہے۔اور ایک حدیث میں ہے کہ عصر کے بعد آخری گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

بہرحال اوقات کی تحدید وتعیین میں کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے مگر بروز جمعہ دعاء کی قبولیت کے بارے میں کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو جمعہ کے دن کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے اوراس کے آداب کے مطابق عمل کرنے کی توفیق بخشے اوراس دن مسجد میں تاخیر سے پہونچنے یا دوران خطبہ بات کرنے یا دیگر چیزوں میں مشغول رہنے یا اس کے علاوہ جتنی بھی طرح کی کوتاہیاں ہم لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام سے اجتناب کرنے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گزارنے اوراس دن کے اجروثواب اور دعا کی قبولیت کے اوقات سے مستفید ہونے کی خصوصی عنایت مرحمت فرماتے ہوئے کثرت سے درود پڑھنے اور تلاوتِ کلام پاک میں زیادہ وقت لگانے کی توفیق ارزانی فرمادے۔آمین۔**وصلى الله على نبينا محمد وسلم تسليما كثيراً** ☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
صفت حکمت ۸
سیرت نبوی اور انسانی بھائی چارہ ۱۲
اسلام میں نرمی کی تعلیم ۱۴
مسلمانوں کی زندگی میں مسجد کا کردار ۱۹
ہماری دعائیں بے اثر کیوں؟ ۲۲
جماعت اہل حدیث اور اصلاح معاشرہ ۲۶
شیخ محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ، آپ کی دعوت کی حقیقت اور الزامات کی تردید ۲۸
جماعتی خبریں ۳۰
گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے ۳۱
اپیل ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ـــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

آلودگی

اس وقت دنیا کے اہم شہر اور ان کی گھنی آبادی بڑھتی ہوئی آلودگی سے پریشان ہے اور اس پر قابو پانے کے لیے نت نئی تدبیریں کر رہی ہے، پھر بھی ماحولیات اور اس کے معاملات مزید خراب ہوتے جارہے ہیں۔ لوگ جانے انجانے میں زہر پی رہے ہیں اور سم قاتل کھا رہے ہیں۔ بیماریاں بڑھ رہی ہیں۔ ان کو کنٹرول کرنے اور ان کے علاج ومعالجہ کے لیے متعدد کوششیں صرف کی جارہی ہیں ۔ آلودگی کو کم کرنے کے لیے طرح طرح کے اپائے ہورہے ہیں اور ماحولیات کو درست کرنے کے لیے جنگلات اور پیڑ پودے لگائے جارہے ہیں۔ آبادی کے بوجھ کو کم کرنے کے منصوبے بنائے جارہے ہیں۔ مختلف طریقے سے وسائل حیات میں کٹوتیاں کی جارہی ہیں۔ گاڑیوں اور چولہوں کے ایندھن کے بدلاؤ، ان کے رکھ رکھاؤ اور صنعت وبناوٹ میں جدید اختراعات اور ایجادات کی جارہی ہیں۔ وسائل نقل وحمل میں اُوڈ، ایون اور طاق وجفت کے فارمولے بھی اپنانے پڑ رہے ہیں۔ گیس اور پیٹرول سے چلنے والی گاریوں کو کم خطرناک بتایا جارہا ہے اور ڈیزل، کروشن، کوئلے اور دیگر ایندھن کی سختی سے مناہی کی جارہی ہے۔ غرضیکہ حکومت وانتظامیہ، صحت عامہ کے ادارے اور شخصیات سب اس کے حوالے سے فکرمند ہیں اور اپنی اپنی سطح پر تدابیر اختیار کررہی ہیں۔ ''مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کی کیفیت طاری ہوتی جارہی ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا لگنے لگتا ہے کہ ''الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا''۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اب یہ پولوشن سب کا کام تمام کرتا جارہا ہے۔

سخت ضرورت اور مجبوری میں پرالی اور گیہوں کے بھوس جلانے کی وجہ سے بڑے بڑے شہروں کے حالات خراب ہوتے جارہے ہیں۔ دیہات کے کسانوں کی کچھ ضرورتیں ہیں اور کچھ مجبوریاں ہیں، مگر ماحول کو خراب کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ نظر آتا ہے۔ دھول مٹی اور گرد وغبار جو کسی بھی وجہ سے اٹھتے ہوں، ان کے نقصانات بھی کم نہیں ہیں۔ حالانکہ اس میں بعض کام جو دھول مٹی اور گرد وغبار کے ہیں انتہائی ضروری ہیں۔ ہوائیں نہ چلیں تو بادل کہاں سے

آئیں؟ حبس اور گھٹن کا ماحول الگ سے ہوجاتا ہے۔ پانی کی اہمیت، مٹی کی ضروت اور آگ کی حاجت سب محسوس کرتے ہیں۔ مگر ہوا کے بغیر تو کوئی زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ لیکن صنعتی فضلے، گلوبل وارمنگ، کیڑے مار دوائیاں، تیل کے ذخائر کا رساؤ، کوئلہ، لکڑی تیل جلانے سے نکلنے والا دھواں، جنگلات میں آتش زنی، صنعتی اکائیوں میں استعمال ہونے والے فوسیل فوئل، اینٹوں کے بھٹوں، چمنیوں اور راکھ پیدا کرنے والی فیکٹریوں سے اٹھتا ہوا دھواں، پرانی عمارتوں کے گرنے اور نئی تعمیرات کے عمل سے اٹھتی دھول، ٹرانسپورٹ کے مختلف ذرائع اور منشآت آبی وفضائی آلودگیوں کے پھیلاؤ میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے انسان کی اہم ضرورت روٹی، کپڑا اور مکان سے متعلق امور ومعاملات جن سے آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے ان پر بھی بسا اوقات پابندی لگادی جاتی ہے۔ مثلا پرانے مکان کو گرانے اور نئے مکان کے بنانے میں پولوشن بڑھنے لگتا ہے، اس لیے بسا اوقات بڑھتے ہوئے پولوشن پر کنٹرول کرنے کے لیے اس پر بھی پابندی لگادی جاتی ہے۔ اسی طرح روٹی کا پکوان کم کردیا جاتا ہے اور جس میں آلودگی کم ہو وہ ترکیب اپنائی جاتی ہے۔ کپڑا جو انتہائی ضروری سامان زیست میں سے ہے، اس کی فیکٹریوں اور ملوں پر پابندی لگ جاتی ہے اور ان کے لیے دور دراز کے علاقے متعین کیے جاتے ہیں۔ پھر بھی بیماری پھیل رہی ہے اور وبا کی شکل اختیار کرتی جاتی ہے۔ لوگ بھاگ بھاگ کر جنگلوں اور مختلف میدانوں کی طرف نکل رہے ہیں کہ جسم سے زہر کا کچھ حصہ تو نکلے یا کم از کم قدرے صاف صاف فضاؤں اور میدانوں میں سانس لے لیں۔ غذاؤں کی کیفیت اور کمیت میں واضح فرق کررہے ہیں اور کوالٹی وکوانٹی ٹی کا خصوصی خیال رکھتے ہیں۔ مینو، چارٹ، اوقات اور مقامات تک متعین ہورہے ہیں۔ پھر بھی مالدار، ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک اس جنجال سے نکلنے میں ناکام ہیں۔ زندگی اجیرن بنتی جارہی ہے۔ موجودہ اور آنے والی نسلوں کے بارے میں سب فکر مند ہیں کہ گندے، گدلے اور گڑبڑ ماحول میں یہ نونہالان قوم وملت اور انسانیت اور مستقبل کے یہ مرد میدان آخر کیا کرسکیں گے؟، ان کے ناتواں کندھوں پر اہم بوجھ ہم ڈال رہے ہیں اور ان کو اتنا ناتواں بنارہے ہیں وہ کیوں کر بھلا اس ذمہ داری اور مسئولیت سے عہدہ برآ ہوسکتے ہیں۔ خود آج ان کو زندہ اور صحیح سالم کیسے رکھا جاسکے جس سے ان کی صحیح نشو ونما ہوسکے؟ ان کو ان آلودگیوں سے بچانے کی فکر اور عملی اقدام کرنے پر سب مجبور ہورہے ہیں پھر بھی بچا نہیں پارہے ہیں۔

لانسیٹ کمیشن کی طرف سے ۱۸/مارچ ۲۰۲۲ء کو شائع کردہ عالمی رپورٹ کے مطابق آلودگی کی وجہ سے سن ۲۰۱۹ء میں تقریبا نوے لاکھ افراد کی موت ہوگئی۔

رپورٹ کے مطابق جنگ، دہشت گردی، ملیریا، ایچ آئی وی، تپ دق، منشیات اور الکوحل سے عالمی صحت پر جو مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں اس سے کہیں زیادہ مہلک اثرات آلودگی کی وجہ سے مرتب ہورہے ہیں۔ ہوا، پانی اور مٹی میں انسانوں کے ذریعہ پھیلائی گئی آلودگی کی وجہ سے گو کہ فوری طور پر موت نہیں ہوتی لیکن اس کے نتیجے میں لوگ امراض قلب، کینسر، تنفس کے مسائل، اسہال اور دیگر سنگین بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ آلودگی انسانی صحت اور کرہ ارضی کی صحت کے لیے ایک حقیقی خطرہ ہے جس نے جدید سماج کی پائیداری کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

ہندوستان کے ایک بڑے صاحب قلم، عظیم صحافی اور بیک وقت انگریزی، اردو اور فارسی اور بسا اوقات عربی کے ادیب اریب، بقیۃ السلف اور زہد وورع، تقویٰ وطہارت میں اپنی مثال آپ اور بے نظیر و بے مثیل، سن رسیدہ اور حالات وتجربات کشیدہ جناب مولانا عبدالقدوس اطہر بن احمد نقوی حفظہ اللہ کے یہاں ایک دن بیٹھا تھا۔ انہوں نے چند مقویات بتائے اور عطا کئے اور کچھ اس ادا سے اور اچانک دیا کہ کھانا بھی پڑا اور لینا بھی اور اللہ والوں کا تحفہ سمجھ کر لے بھی لیا۔ انہوں نے چند دوائیں اور تدابیر صحت کے قائم رکھنے اور بیماریوں سے دور رہنے کے کامیاب علاج کے طور پر تجویز کیں۔ من جملہ ان تمام کے ایک یہ تھا کہ کھلی فضا میں زور زور سے سانس لیجئے اور چھوڑیئے، اس سے خصوصا پھیپھڑوں کو فائدہ ہوگا۔ دہلی جیسے کثافت خیز اور آلودگی آمیز شہر جس میں ہم رہتے ہیں، یہ ورزش کریں تو کمرہ مکمل طور پر بند کرلیں۔ کھڑکیاں اور روشندان مکمل طور پر بند رکھیں اور پھر یہ ریاضت بدنیہ انجام دیں، ورنہ لینے کے دینے پڑجائیں گے۔ میں نے کہا سبحان اللہ، اتنا ماحول آلودہ ہے کہ کھلی فضا میں نکلے نہیں کہ فورا رجعت قہقری، بند کمرہ!

پھر سوچنے لگا۔ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ جب دنیا میں صحت وعافیت کے ہزار مراکز ہیں، جگہیں ہیں، ترکیبیں ہیں اور ہر چھوٹا بڑا اس کے لیے فکر مند بھی ہے، اس میں مذہب ومسلک اور دین دھرم کا کوئی جھگڑا بھی نہیں ہے۔ ہاں بعض گھواروں میں کبھی کبھی دھواں و بارود سے فضائی اور صوتی آلودگی پھیلنے لگتی ہے،

جس کا خود اہل مذاہب خیال رکھتے ہیں اور بلا کسی پابندی کے اس کا وہ خود لحاظ رکھتے ہیں۔ خصوصا دہلی جیسے بڑے شہروں میں اس حوالے سے کافی بیداری ہے۔ تب یہ حال ہے ہمارا۔ پھر بھی حکومت پابندی لگاتی ہے۔ کنٹرول کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی بہتیرے لوگ بیمار ہورہے ہیں۔ مختلف مہلک امراض کا شکار ہورہے ہیں۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ یہ امراض لاحق ہوں یا نہ ہوں دیر یا سویر سب کو مرنا تو ہے ہی، اور یہ مرض اگر بیڑی سگریٹ اور اس جیسے فالتو اور حرام کام کے سبب خود پیدا کردہ نہیں ہے تو کوئی مواخذہ نہیں ہے بلکہ صبر وہمت اور تقدیر پر سوچنے کی وجہ سے ماجور ومقدور بھی ہوسکتے ہیں۔

مگر اصل آلودگی جس کی کوئی انتہاء نہیں ہے بلکہ اس کو پھیلانے کے لیے چھوٹے بڑے، امیر وغریب اور مرد وزن سب آگے ہوتے ہیں اور کسی کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ ہے روحانی آلودگی۔ روحانی آلودگی اس قدر خطرناک ہوگی کہ دنیا میں رہنا اجیرن ہوجائے گا۔ آخرت تو برباد ہوگی ہی۔ اور یہ معلوم ہے کہ ان بیماریوں کی ہلاکت خیزیوں کا کوئی مقابلہ اور برابری نہیں ہے۔ اس میں کی ایک تلوث پورے معاشرہ، سوسائٹی، خاندان اور ملک کو برباد کردینے کے لیے کافی ہے اور یہ روز روز بڑھتی ہی جارہی ہے۔ جہالت، تکبر، ریاکاری، حب جاہ وخود پسندی، غیبت وبدگمانی، جھوٹ، نفرت وعداوت، بغض وحسد، تعصب وتحزب، خاندانی، ذاتی، ملکی، جغرافیائی، مذہبی، مسلکی اور ادیان اور دھرموں کی پیدا کردہ جنگ وجدل اور لڑائی جھگڑے، یہ سب کیا ہیں؟ کیا یہ ماحول کو آلودہ نہیں کرتے ہیں؟ جینا دوبھر نہیں کرتے؟ سود کی لعنت اور اس میں ملوث کرنے کے نت نئے طریقے کیا زندگی اجیرن نہیں کرتے؟ جھوٹ اور کذب ودروغ گوئی کو ایک اہم فن کا نام دے کر پروان چڑھایا جارہا ہے اور طرہ یہ ہے کہ یہ اور ان جیسی دیگر برائیوں کی روک تھام کے لیے کوئی اجتماعی اور انفرادی کوشش صرف نہیں کی جارہی ہے۔ سماج ومعاشرے کو سرد وگرم سے بچانے کی کچھ تدبیریں اور کوششیں تو ہم نے کرلیں، مگر ان کو اصل امراض اور خطرناک بیماریوں سے بچانے کے لیے ہم نے کیا جتن کیے؟ بلکہ ہم نے ان کو اس آلودہ ماحول میں مادر پدر آزاد چھوڑ دیا۔ بچے کو چند گھنٹے نہیں، چند لمحے چھوڑ دینے پر سخت بیماری لاحق ہوجارہی ہے اور سستی، کاہلی یا ادنیٰ بے خیالی ولاپروائی کی وجہ سے اتنا بڑا نقصان اور بڑی تکلیف اٹھانی پڑرہی ہے تو وہ جس گندے ماحول میں پروان چڑھ رہا ہے اور آپ کو جس کی کچھ بھی فکر نہیں تو پھر کیا بنے گا ماحولیات اور گردوپیش کا۔ کیا چوری عام نہ ہوگی؟ حسد وکینہ کا دور دورہ نہیں ہوگا؟ بھائی بھائی کا دشمن نہیں ہوگا؟ فحش کاری عام نہیں ہوگی اور اس کی پاداش میں فیملی سسٹم نہیں بگڑے گا؟ جھوٹ، ریاکاری، تکبر، خود پسندی، جہالت ونادانی اور اس جیسی دیگر برائیاں سرطان بن کر آبادی کی آبادی کو تباہ برباد نہیں کریں گے؟ مختلف قسم کی عصبیات وعنصریات کو ہوا دے کر سماج ومعاشرہ، ملک وملت اور انسانیت کے امن وشانتی کو پارہ پارہ نہیں کیا جائے گا اور عزت وناموس کو سرعام روندا نہیں جائے گا؟

ایسے میں ضرورت ہے کہ اس روحانی آلودگی سے سماج ومعاشرہ کو پاک وصاف کیا جائے۔ کیوں کہ یہ آلودگیاں سعادت دارین سے محروم کرنے والی ہیں اور دنیا وآخرت دونوں میں ہلاکت وتباہی اور شرمندگی وندامت کا ذریعہ بننے والی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے ظاہری آلودگیوں سے روک تھام کے ساتھ ساتھ روحانی اور باطنی آلودگیوں سے تحفظ کی طرف خصوصی توجہ صرف کی ہے اور ان تمام برائیوں سے روکنے کی تدابیر کی ہیں جن سے ملک وملت، سماج اور انسانیت کا امن وسکون پارہ پارہ اور تعمیر وترقی متاثر ہوتی ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ''جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوگا'' (الشمس: ۹-۱۰)

فضائی، صوتی اور آبی آلودگیوں پر کنٹرول کرنے کی تدابیر ممکن ہیں اور حکومتیں اور ادارے اس سلسلے میں مساعی صرف بھی کررہی ہیں، گنگا وجمنا جیسی عظیم ندیوں کی صفائی، ڈیزل پٹرول کی جگہ قدرتی گیس کا استعمال، شجرکاری، لاؤڈ اسپیکر اور ردھول اور دھواں پیدا کرنے والے کاموں اور ذرائع پر پابندی جس کا اہم حصہ ہیں۔ اسی طرح بہت سارے لوگ ان ظاہری آلودگیوں سے بچنے کے لیے شہر سے باہر دیہی اور جنگلی علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔ لیکن وہ آلودگیاں جن کا ظاہری علاج ممکن نہیں ہے اور جن سے دیہات کی کھلی فضا میں جاکر بھی بچاؤ ممکن نہیں ہے ان کی طرف توجہ صرف نہیں ہورہی ہیں۔ حالانکہ ان کا انجام بد سے بدتر ہے اور یہ سماج ومعاشرہ کو حقیقی سعادت وبرکت اور امن وشانتی سے محروم کرنے والی ہیں۔ علی سبیل المثال جھوٹ کو ہی لے لیجیے کہ اس کی کوکھ سے متعدد قسم کی اخلاقی وسماجی برائیاں اور آلودگیاں جنم لیتی ہیں اور ایک جھوٹ پوری آبادی اور کمیونٹی کو تباہ برباد اور ہلاک کرسکتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے

جھوٹ کی بیخ کنی کی اور زندگی کے ہر شعبے اور ہر معاملے میں سچ بولنے اور سچائی کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علیکم بالصدق فان الصدق یهدی الی البر و ان البر یهدی الی الجنة وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقا، وایاکم والکذب فان الکذب یهدی الی الفجور وان الفجور یهدی الی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذابا. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''تم سچائی پر قائم رہو کیونکہ سچائی نیکی کے راستے پر چلاتی ہے اور نیکی جنت کے راستے پر چلاتی ہے۔ انسان مسلسل سچ بولتا رہتا ہے اور کوشش سے سچ پر قائم رہتا ہے حتی کہ وہ اللہ کے ہاں سچا لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ سے دور رہو کیونکہ جھوٹ کجروی کے راستے پر چلاتا ہے۔ اور کجروی آگ کی طرف لے جاتی ہے۔ انسان مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے یہاں کہ اللہ تعالی کے نزدیک اسے جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملات کو کذب دروغ گوئی سے دور رکھنے کی ترغیب دی اور فرمایا: البیعان بالخیار مالم یتفرقا، فان صدقا وبینا بورک لهما فی بیعهما، وان کذباو کتما محق برکة بیعهما. (مسلم)

ترجمہ: ''خریدنے اور بیچنے والے جب تک ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جائیں۔ انھیں اختیار باقی رہتا ہے۔ اب اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات صاف صاف بیان اور واضح کر دی تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن اگر انھوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید وفروخت میں سے برکت مٹادی جاتی ہے۔''

عصبیت خواہ رنگ ونسل کی ہو یا زبان وعلاقہ کی یا پھر ذات پات کی، سب کی سب آپسی اتحاد اتفاق اور باہمی میل جول اور پر امن تعایش باہمی کے لیے سم قاتل ہیں اور یہ کسی بھی ہنستے کھیلتے سماج کو چشم زدن میں تباہ وبرباد کر دیتی اور قتل وخونریزی کے الاؤ میں دھکیل دیتی ہیں۔ اسلام نے ان کے مآل بد کے پیش نظر نہ صرف یہ کہ اس کو جڑ سے مٹانے پر زور دیا بلکہ انہیں پولوشن، بدبودار اور صریح جاہلیت سے تعبیر کیا۔ غزوہ بنو المصطلق میں ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا اور دونوں نے اپنی اپنی حمایت کے لیے انصار ومہاجرین کو پکارا۔ یہ بات جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیسی (عصبیت پر مبنی) جاہلیت کی پکار ہے؟ لوگوں نے سارا قصہ آپ کے گوش گزار کیا تو آپ نے فرمایا دعوها فانها منتنة کہ اسے چھوڑ دو، اس لیے کہ یہ گندگی اور سڑاند ہے۔ (مسلم)]

شراب نوشی ام الکبائر ہے۔ اس کو ''رجس'' گندگی اور شیطانی عمل بتاتے ہوئے اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور اسے فلاح کا راستہ بتایا۔ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ''ان سے بالکل الگ رہو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ'' (المائدہ:۹۰)

تکبر، غرور اور گھمنڈ بڑی رسوا کن خصلت ہے۔ اس سے متصف شخص لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے اور حق کو قبول کرنے سے اعراض وانکار کرتا ہے۔ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ''میں ایسے ہی لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں، جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں۔ اور اگر تمام نشان دیکھ لیں۔ تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں۔ اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں۔ تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے۔ (الاعراف ۱۴۶)

ان کے انجام بد سے آگاہ کیا: فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ''پس اب تو ہمیشگی کے طور پر تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، پس کیا ہی برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا۔'' (النحل:۲۹)

تکبر ہی کی وجہ سے ابلیس راندۂ درگاہ ہوا۔ خود ڈوبا اور ابوالانبیاء آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوانے کا سبب بنا اور آج تک وہ لاکھوں انسانوں کو جہنم کی آگ اور آلودگی میں دھکیل رہا ہے۔

تکبر مکن زنہار اے پسر
تکبر عزازیل را خوار کرد

فحش کاری اور بے حیائی کسی بھی سماج اور معاشرہ کی شان وشوکت کو خاک میں ملا دیتی اور بدامنی اور فساد و بگاڑ کی دلدل میں دھکیل دیتی ہے۔جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے:ماکان الفحش فی شیء الا شانه وماکان الحیاء فی شیء الا زانه ’’جس چیز میں بھی بے حیائی آتی ہے اسے عیب دار کردیتی ہے اور جس چیز میں حیا آتی ہے اسے زینت بخشتی ہے۔‘‘(ترمذی)

اسلام نے نہ صرف ایڈز جیسی لاعلاج بیماری پیدا کرنے والی اس سماجی آلودگی کی مذمت کی اور اس سے دور رہنے کی تلقین کی بلکہ اس کے ذکر،اشاعت اور پھیلاؤ پر بھی ضرب کاری لگائی فرمایا:اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ’’جولوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہیں۔اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔‘‘(النور:١٩)

اسی طرح اسلام نے دیگر سماجی برائیوں اور روحانی آلودگیوں کی روک تھام پر زور صرف کیا مثلاً کسی کا مذاق اڑانا،کسی کو برے القاب سے پکارنا،کسی سے بدگمانی رکھنا،کسی کی ٹوہ میں لگنا اور کسی کی غیبت کرنا وغیرہ فرمایا:یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡہُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَ مَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ’’اے ایمان والو! کوئی جماعت دوسری جماعت سے مسخراپن نہ کرے ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں سے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں،اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ۔اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ایمان کے بعد فسق برا نام ہے۔اور جو توبہ نہ کرے وہی ظالم لوگ ہیں۔اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی۔اور اللہ سے ڈرتے رہو،بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔‘‘(الحجرات:١١-١٢)

مختصر یہ کہ جس طرح فضائی،صوتی اور آبی آلودگی انسانی وجود کے لیے خطرناک ہے اس سے کہیں زیادہ اخلاقی وروحانی آلودگیاں کسی بھی ملک ومعاشرہ کے امن وشانتی اور خیر وبرکت کے لیے شدید مضر وخطرناک ہیں اس لیے ظاہری آلوگیوں سے زیادہ روحانی آلودگیوں کو ختم کرنے اور ان سے بچاؤ کے لیے فرد و جماعت اور انجمنوں اور ملکوں کو تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

ورنہ یہ پولوشن معاشرہ کو گھن کی طرح کھا جائے گا،سارا سماج اس کی آلودگی کی لپیٹ میں آکر برباد ہوجائے گا،آپسی دشمنی سب کو اپنے حصار میں لے کر ایک دوسرے سے برسرپیکار کردیگی،جس کی تباہی بڑی بھیانک ہوگی۔ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ تعصب وعداوت کے کیسے کیسے بھیانک شعلے ملکوں،خطوں اور خاندانوں کو ہلاک کررہے ہیں۔ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک عظیم خاتون نے اپنی ایک سوکن کو صرف پست قد کہہ دیا تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا’’لقد قلت کلمة لو مزجت بماء البحر لمزجته‘‘کہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر(جس سے ممالک وبلدان اور بے شمار حیوانات پاک صاف پانی اور زندگی وتوانائی حاصل کرتے ہیں)کے پانی میں گھول دیا جائے تو وہ اسے آلودہ کردے اور اس کا ذائقہ بدل ڈالے(ترمذی)

جب بظاہر اتنی چھوٹی بات اس قدر آلودگی کا سبب بن سکتی ہے اور سماج ومعاشرہ میں نفرت وعداوت کا زہر کھول سکتی ہے تو بھلا بتاؤ کہ جب ہر سطح پر ایک قوم دوسری قوم پر،ایک سوسائٹی دوسری سوسائٹی پر،ایک بھائی دوسرے بھائی پر اور ایک شخص دوسرے شخص پر عیب لگا رہا ہے،ایک دوسرے کی غیبت کررہا ہے،ایک دوسرے کو عصبیت اور حسد کا شکار بنا رہا ہے تو پھر کتنے سمندر،کتنے دریا،کتنے جنگلات وماحولیات خراب اور آلودہ ہورہے ہوں گے۔لوگو! جس طرح ظاہری آلودگی تمہاری باطنی اور اندرونی جسمانی خرابی کا سبب بن رہی ہے اسی طرح یہ معنوی وروحانی آلودگی بھی تمہارے ظاہری اور اندرونی ماحول کے لیے کینسر اور مرنے کے بعد ابد الآباد تک کے لیے ناسور بن رہی ہے۔اعاذنا اللہ من ھذا العذاب۔

☆☆☆

صفت حکمت

عبیداللہ الباقی اسلم

اولاً: حکمت کی تعریف:

ا۔حکمت کی لغوی تعریف:

ابن فارس کہتے ہیں: حاء، کاف، اور میم ایک ایسی اصل ہے جو منع پر دلالت کرتی ہے‘‘(مقاییس اللغۃ (۹۱/۲)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’یہ مادہ (ح ک م) حکم اور احکام (اتقان) پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ ’’الحکیم‘‘ کا معنی حاکم اور محکم ہے۔(شرح العقیدۃ الواسطیۃ لابن عثیمین (ص:۱۲۲)

وہ حاکم ہے، اسی کے لئے سارے حکم ہیں، اور وہی ’’خیر الحاکمین‘‘ ہے: **وھو خیر الحاکمین** وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے(سورہ یونس:۱۰۹) اور فرمایا: اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ’’کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے؟ (سورہ التین:۸)

وہ محکم بھی ہے، جس کی تخلیق میں نہ تفاوت وفطور ہے، اور نہ ہی اس کی تدبیر میں خلل واضطراب ہے۔(دیکھیں: شرح العقیدۃ الواسطیۃ للھراس (ص:۱۱۹)

ب۔حکمت کی شرعی تعریف:

حکمت: وہ مقصد ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ کوئی کام انجام دیتا ہے، اور وہی مقصد (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اور اصل مطلوب ہوا کرتا ہے۔(دیکھیں: مدارج السالکین ۳/۳۴۰)

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے قول وفعل میں ہر حال میں حکمت پنہاں ہوا کرتی ہے، اس سے کوئی بھی عبث وباطل واقع نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ اس کی تخلیقات واحکامات اس کی حکمت کے تابع ہوا کرتے ہیں۔(دیکھیں: شرح العقیدۃ الواسطیۃ للھراس:۱۱۹)

حاصل کلام: اس بات پر ایمان رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ صفت حکمت سے متصف ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور وہ کسی ایسی غایت کے تحت مختلف امور کو انجام دیتا ہے جو اس کے نزدیک مقصود ہوا کرتی ہے، چنانچہ وہ چیزوں کو ان کے مقصود کے مطابق ہی ان کی جگہوں پر رکھا کرتا ہے۔(دیکھیں: العقود الذھبیۃ فی مقاصد العقیدۃ الواسطیۃ:۱/۲۶۷)

ثانیا: صفت کے چند دلائل:

ا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔(سورہ الانعام:۱۸)

۳۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ’’تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔‘‘(سورۃ البقرہ:۲۰۹)

۴۔ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کوئی ایسی بات سکھادیں جسے میں بار بار دہراؤں تو آپ نے فرمایا: یہ کلمات پڑھا کرو: **لا الہ الا اللہ وحدہ، لا شریک له، الله اکبر کبیرا، والحمد لله کثیرا، سبحان الله رب العالمین، لا حول ولا قوة الا بالله العزیز الحکیم** ’’صرف ایک اللہ ہی معبود برحق ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اللہ بڑائی میں سب سے بڑا ہے، اور بے حد وحساب تعریف اللہ کی ہے، اللہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کے شایان شان نہیں، وہ سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، برائی سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت اللہ ہی سے ملتی ہے، جو سب پر غالب ہے، بڑی حکمت والا ہے۔(صحیح مسلم: ح۲۶۹۶)

ثالثاً: صفت حکمت کے بارے میں اہل علم کے چند اقوال:

۱-علامہ حلیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **الحکیم معناه: الذی لا یقول ولا یفعل الا الصواب، وانما أن یوصف بذلک، لأن أفعاله سدیدة، وصنعه متقن، ولا یظهر الفعل المتقن السدید الا من حکیم** حکیم وہ ہے جس کے سبھی اقوال افعال درست وبے عیب ہوں، اور یہ صفت (بھی) اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان ہے، کیوں کہ اس کے سارے ہی افعال درست وبے عیب ہیں، جبکہ اس کی کاریگری نہایت متقن ومضبوط ہوا کرتی ہے، اور کوئی بھی متقن ودرست کام اسی سے ظاہر ہوتا ہے جو حکیم ہو۔‘‘(دیکھیں: المنہاج فی شعب الایمان (۱/۱۹۱-۱۹۲)

۲-شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فان الله سمی نفسه بأسماء، ووصف نفسه بصفات، سمی نفسه حیا علیما حکیما قدیرا سمیعا بصیرا غفورا رحیما الی سائر أسمائه الحسنی** ’’اللہ نے خود کو بہت سے ناموں سے موسوم فرمایا ہے، اور بے شمار صفتوں سے متصف فرمایا ہے: (جیسا کہ) اس نے خود کو حی، علیم، حکیم، قدیر، سمیع، بصیر، غفور اور رحیم وغیرہ اپنے پیارے ناموں سے خود کو موسوم کیا ہے۔‘‘(مجموع الفتاوی ۵/۱۹۴)

۳-علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **قد دلت العقول الصحیحة**

والفطر السليمة على ما دل عليه القرآن والسنة: أنه سبحانه حكيم لا يفعل الا شيئا عبثا، ولا لغير معنى ومصلحة وحكمة هي الغاية المقصودة بالفعل، بل أفعاله سبحانه صادرة عن حكمة بالغة لأجلها فعل كما هي ناشئة عن أسباب بها فعل وقد دل كلامه وكلام رسوله على هذا، وهذا في مواضع لا تكاد تحصى، ولا سبيل الى استيعاب أفرادها "عقل صحیح، فطرت سلیم، اور قرآن وسنت (کے بے شمار دلائل) اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ حکیم ہے، جو کوئی بھی بے کار وعبث کام انجام نہیں دیتا، اور نہ ہی اس سے کوئی بے مقصد کام صادر ہوتا ہے، اور حکمت ہی دراصل مقصود ہوا کرتی ہے، بلکہ اس کے سارے افعال کسی ایسی عظیم حکمت کے تحت صادر ہوتے ہیں جس کے لئے وہ اپنے افعال انجام دیتا ہے، اسی طرح وہ ایسے اسباب کی بنا پر وجود پذیر ہوتے ہیں جن کے پائے جانے سے اللہ تعالیٰ اپنے افعال کو انجام دیتا ہے، اس پر کتاب وسنت کے دلائل دلالت کرتے ہیں، جن کا ذکر بے شمار مقامات پر آیا ہے۔ (شفاء العلیل ۱/۱۹۰)

۴- حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الحكيم في أفعاله واقواله فيضع الأشياء في محالها لعلمه وحكمته وعدله "وہ اپنے تمام افعال واقوال میں حکیم ہے، یعنی وہ اپنے علم وحکمت، اور عدل وانصاف کے تحت تمام چیزوں کو ان ہی کی مناسب جگہوں پر رکھتا ہے۔" (تفسیر ابن کثیر (۱/ ۳۱۸)

رابعاً: صفت حکمت کے اثرات:

ا- اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت سے پُر ہوا کرتا ہے، جن پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر کمال حکمت، وسیع رحمت اور عظیم قدرت پنہاں ہیں، جو اس بات کی مانع ہیں کہ ذات الٰہی سے کوئی فعل صادر ہو اور وہ کسی غایت وحکمت سے خالی ہو کیوں کہ یہ عظیم کارخانہ ہستی، اور اس کا یہ مستحکم ومضبوط نظام جو برسہا برس سے چلتا آرہا ہے، شب وروز مختلف حوادث وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں، اور کائنات کے تمام اعمال ومظاہر کا اس طرح واقع ہونا کہ ہر چیز پرورش کرنے والی، اور ہر تاثیر زندگی بخشنے والی ہے، اور پھر ایک ایسے نظام ربوبیت کا موجود ہونا جو ہر حالت کی رعایت کرتا، اور ہر طرح کی مناسبت ملحوظ رکھتا ہے، ہر انسان کو وجدانی طور پر یقین دلاتا ہے کہ ایک پروردگار عالم ہستی موجود ہے، اور وہ ان تمام صفتوں سے متصف ہے جن کے بغیر نظام ربوبیت کا یہ کامل اور بے عیب کارخانہ وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ (ترجمان القرآن: ۱/ ۸۶)

اس خالق کائنات کی ہر تخلیق نہایت ضبط اور بہت ہی مضبوط ومتقن انداز میں واقع ہوئی ہے، جو حکمت ومصلحت الٰہی کی سب سے بڑی دلیل ہے، علامہ ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کائنات کی خلقت اور اس کی ہر چیز کی بناوٹ کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ ہر چیز ضبط وترتیب کے ساتھ ایک خاص نظام وقانون میں منسلک ہے، اور کوئی شئی نہیں جو حکمت ومصلحت سے خالی ہو، ایسا نہیں ہے کہ یہ سب کچھ تخلیق بالباطل ہو، یعنی بغیر کسی معین اور ٹھہرائے ہوئے مقصد ونظم کے وجود میں آگیا ہو کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ اس نظم، اس یکسانیت، اس وقت کے ساتھ اس کی ہر بات کسی نہ کسی حکمت ومصلحت کے ساتھ بندھی ہوئی ہو: خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ "اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، ایمان والوں کے لئے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے" (سورۃ العنکبوت: ۴۴) (ترجمان القرآن ۱/ ۸۳)

غرض کہ اس کارخانہ ہستی کی کوئی چیز نہیں جو ٹھہرائے ہوئے مقصد اور مصلحت سے خالی ہو، اور کسی بالاتر قانون خلقت کے ماتحت ظہور میں نہ آئی ہو، یہاں جو چیز بھی وجود رکھتی ہے ایک خاص نظم وترتیب کے ساتھ حکمتوں اور مصلحتوں کے عالمگیر سلسلہ میں بندھی ہوئی ہے۔" (ترجمان القرآن (۱/ ۸۵)

ب- زمین وآسمان اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مخلوق ہیں: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ "آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے، لیکن (یہ اور بات ہے کہ) اکثر لوگ بے علم ہیں۔ (سورۃ غافر (۵۷) جن کی تخلیق وبناوٹ سراپا خالق کائنات کی نشانی ہے: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ "آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں" (سورۃ آل عمران: ۱۹۰)

کائنات عالم کا نظام اس قدر محکم ومتقن ہے کہ اس میں کبھی بھی اور کسی بھی طرح کا خلل واقع نہیں ہوا ہے: الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ "جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے، اور وہ غالب (اور) بخشنے والا ہے، جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے، (تو اے دیکھنے والے) رحمٰن کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا، دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ لے کیا کوئی شگاف بھی نظر آرہا ہے۔" (سورۃ الملک (۲-۳)

جو اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اس کارخانہ ہستی کا موجد وخالق کوئی تو ہے، اور یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ "اللہ تعالیٰ وہ

ہے جس نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا فرمایا، پھر عرش پر قائم ہوا'' (سورۃ السجدۃ:۴)

جس کے حکم وتدبیر سے زمین تا آسمان بلکہ پوری کائنات کا یہ بے مثال نظام چل رہا ہے:يُدَبِّرُ الْاَمْرَمِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ''وہ آسمان سے لے کر زمین تک (ہر) کام کی تدبیر کرتا ہے، پھر (وہ کام) ایک ایسے دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔'' (سورۃ السجدۃ:۵)

اتنی عظیم دنیا اور اس کا یہ مستحکم ومضبوط نظام چلانے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے: تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ صفت علم وحکمت سے متصف نہ ہو؟ ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ''کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو'' (سورۃ الملک:۱۴) بے شک وہ بڑی حکمت اور علم والا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ''وہی علم وحکمت والا ہے'' (سورۃ الزخرف:۸۴)

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بھی چیز واقع نہیں ہوسکتی ہے، اور نہ ہی اس رب العالمین سے کوئی بے مقصد کام واقع ہوسکتا ہے، بلکہ وہ ہر چیز سے باخبر ہے کہ کب، کہاں، اور کیسے واقع ہوئی ہے، اور اگر اب تک کوئی چیز واقع نہیں ہوئی تو اسے یہ بھی پتہ ہے کہ وہ کب کہاں اور کیسے واقع ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ''اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (سورۃ الانعام:۱۸)

ج۔انسان خود اپنے نفس پر غور کرے کہ کس قدر مشکل مراحل سے گزرنے کے بعد وجود میں آتا ہے، پیدائش سے پہلے وہ نطفہ ہوتا ہے، پھر نطفہ سے علقہ ہوتا ہے، پھر علقہ سے جسم وجود میں آتا ہے، ان مراحل کی پیچیدگیاں اور دشواریوں کو بھی مدنظر رکھے، ساتھ ہی ماں کے پیٹ میں نو ماہ کی طویل مدت کے احوال وظروف پر بھی غور وفکر کرے کہ ایک ایک پل اس کی حفاظت ونگہداشت کی ذمہ داری کون اٹھاتا ہے؟ بخشش واعانت کس کی طرف سے ملتی ہے؟ اور پرورش وپرداخت کی سروسامانیاں کون مہیا کرتا ہے؟اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ''کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو ٹپکایا گیا تھا؟ پھر وہ لہو کا لوتھڑا ہوگیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنادیا'' (سورۃ القیامۃ:۳۷-۳۸)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:ان اللہ عزوجل وكل بالرحم ملكا يقول: يا رب نطفة يارب علقة، يارب مضغة، فاذا أراد أن يقضي خلقة، قال: أذكر أم أنثى؟ شقي أم سعيد؟ فما الرزق والأجل؟ فيكتب في بطن أمه ''اللہ تعالیٰ نے رحم مادر میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ اے رب! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ علقہ ہوگیا ہے، اے رب! اب یہ مضغہ ہوگیا ہے، پھر جب اللہ چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو کہتا ہے کہ مذکر یا مونث، بدبخت یا نیک بخت، روزی کتنی مقدر ہے اور عمر کتنی، پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ تمام باتیں فرشتہ لکھ دیتا ہے'' (صحیح البخاری ح:۳۴۸، وصحیح مسلم: ح:۲۶۴۶)

یہی نہیں بلکہ پیدائش سے لے کر انسانی وجود کی تکمیل کے مراحل پر نظر ڈالے، پھر انسان کے جسمانی ظہور کے بعد اس کے ذہنی ارتقاء پر غور کرے، نیز مرحلہ طفولیت تا مرحلہ رشد وبلوغ پر بھی نظر دوڑائے، پھر سن کمال تک پہنچنے کے بعد از سر نو ضعف وانحطاط کا دور شروع ہوجاتا ہے، اور ایک نہ ایک دن اس ضعف وانحطاط کا خاتمہ بھی ہوتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی، پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا، جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ سب سے پورا واقف اور سب پر پورا قادر ہے'' (سورۃ الروم:۵۴)

تو کیا تخلیق انسانی کا یہ کامل وبے عیب نظام بغیر علم وارادے اور حکمت ومصلحت کے چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان اپنے وجود ہی کو دیکھے تو خود اس کی زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ ربوبیت الٰہی کی کرشمہ سازیوں کی ایک پوری کائنات ہے:وَفِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ وَفِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ''اور یقین والوں کے لئے تو زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو'' (سورۃ الذاریات:۲۰-۲۱) (دیکھیں: ترجمان القرآن (۱/۷۱) جو یقیناً اس علیم وحکیم کے علم وحکمت پر دلالت کرتی ہے۔

د۔انسان جب اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں میں سے ایک نام حکیم ہے تو اس کے ایمان ویقین میں مزید پختگی آتی ہے کہ وہی اس کا خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے، اور مدبر کائنات ہے، جسے ہر چیز کا علم ہے، چنانچہ اب تک جو کچھ ہوا ہے، جو ہو رہا ہے، اور جو ہونے والا ہے، اور ہوگا تو کیسے ہوگا غرض کہ زمین وآسمان، ظاہر وباطن بلکہ دلوں میں چھپے رازوں سے بھی وہ باخبر اور آگاہ ہے: يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ''وہ آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم چھپاؤ اور جو ظاہر کرو وہ (سب کو) جانتا ہے۔ اللہ تو سینوں کی باتوں تک کو جاننے والا ہے۔'' (سورۃ التغابن:۴)

وہ رب العالمین اپنے بندوں کی تمام ضروریات وحاجات سے آگاہ ہے کہ

کسے، کب، کیسے، کیا اور کتنا عطا کرنا ہے، لہٰذا اس کی ربوبیت، اور علم وحکمت کے تقاضے کے مطابق ہر وجود کو زندگی اور بقا کے لئے جو کچھ مطلوب تھا وہ سب کچھ مل رہا ہے، اور اس طرح سے مل رہا ہے کہ ہر حالت کی رعایت ہے، ہر ضرورت کا لحاظ ہے، ہر تبدیلی کی نگرانی ہے، اور ہر کمی بیشی ضبط میں آچکی ہے۔'' (ترجمان القرآن ۱/۷۰)

غرض کہ اس کی حکمت کا ہی یہ مظہر ہے کہ ہر وجود کو زندگی اور بقا کے لئے جس جس چیز کی ضرورت تھی اور جس جس وقت اور جیسی جیسی مقدار میں ضرورت تھی ٹھیک ٹھیک اسی طرح انہی وقتوں میں اور اسی مقدار میں اسے مل رہی ہے، اور اس نظم وانضباط سے تمام کارخانۂ حیات چل رہا ہے۔ (ترجمان القرآن: ۱/۷۱)

ھ۔ اللہ رب العالمین نے دنیا کی ہر چیز کو عدم سے وجود میں لایا، ہر مخلوق کو اس کے مناسب خلقت وہیئت عطا کی، پرورش وپرداخت کا بہترین وبے مثال نظام قائم کیا، جس کے نظم ونسق اور ضبط وتربیت میں حکمت الٰہی کا ظہور نمایاں ہے۔

تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، کتابیں نازل کیں، اوامر وشرائع مقرر کئے، جس کی سب سے بڑی حکمت ومصلحت اور سب سے عظیم غرض وغایب یہ کارفرما تھی کہ بندوں کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہو، اور وہ صرف اپنے رب اور معبود حقیقی کی عبادت کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی، اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے۔'' (سورۃ الطلاق: ۱۲) اور فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔'' (سورۃ الذاریات: ۵۶)

رب کی معرفت حاصل ہونا، اور صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا یہی زندگی کا اصل مقصود ہے، یہی رب کا سب سے بڑا انعام واکرام ہے، اسی سے دل وروح کو سکون واطمینان میسر ہوتا ہے، اور اسی سے ابدی سعادت اور دائمی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی خبروں کے ذریعہ دل میں صحیح عقیدہ قائم ہوتا ہے، انحرافات سے حفاظت ہوتی ہے، اور سب سے بہترین علم، ذات الٰہی کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

نیز شریعت کے اوامر جہاں ایک طرف مصلحت وفائدے سے پر ہیں، جن سے نیک اعمال، اور طاعت وفرمانبرداری سمیت بلند اخلاق واعلی کردار کے سبق ملتے ہیں، تو دوسری طرف نواہی بھی عجیب حکمتوں کے مظاہر ہیں، جو دراصل ہر اس چیز کے لئے ڈھال ہیں جو عقل، اخلاق، عزت، جسم، اور مال ودولت کے لئے مضر ہے۔ (دیکھیں: فقہ اسماء اللہ الحسنی للدکتور عبدالرحمن البدر ص: ۱۷۷۔۱۷۸)

خلاصۂ کلام: اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت ومصلحت پر مبنی ہوا کرتا ہے، اس کی مخلوقات میں حکمت الٰہی کے مظاہر نمایاں ہیں، تو اس کی شریعت کے تمام احکامات اور اوامر ونواہی بھی خیر وبھلائی اور حکمت ومصلحت سے پر ہیں۔

خامساً: صفت حکمت کے تقاضے:

اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ:

ا۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے، ازل ہی سے صفت حکمت سے متصف ہے، جس کے سارے افعال حکمتوں سے پر ہوا کرتے ہیں، اس نے اپنی تمام مخلوقات کو ان ہی کے مناسب ولائق خلقت وبناوٹ اور ہیئت وصورت عطا کی ہے، ہر موجود کی زندگی وبقا کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے اسے عطا کرتا ہے، اس نے اس کارخانۂ ہستی کے لئے جو نظام تیار کیا ہے وہ اس قدر مضبوط ومحکم ہے کہ اب تک اس میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا ہے۔

ب۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکیم ہے اسی لئے اس کے تمام احکامات اور اوامر ونواہی حکمتوں پر مبنی ہیں، چنانچہ عبادات ہوں یا معاملات، اخلاق ہوں یا عادات زندگی کے تمام شعبہائے جات میں شریعت ربانی اپنی تمام تر حکمتوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

ج۔ اللہ عزوجل حکیم ہے، سو وہ اپنا ہر کام مناسب وقت پر انجام دیتا ہے، جس میں نہ عجلت وجلد بازی ہوتی ہے، اور نہ ہی غیظ وغضب ہوتا ہے، لہٰذا بندے بھی اپنے کاموں میں تحمل مزاجی، سنجیدگی، اور ٹھہراؤ کا مظاہرہ کریں، ساتھ ہی پختگی ومضبوطی کا کلی اہتمام کریں۔

د۔ اللہ جل شانہ حکیم ہے، وہی تمام احکامات، اور اوامر ونواہی کا مالک ہے، لہٰذا اسی کے حکم کے مطابق زندگی ہو، اور جب بھی کوئی اختلاف درپیش آئے تو اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ''اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔'' (سورۃ الشوریٰ: ۱۰)

☆☆☆

سیرت نبوی اور انسانی بھائی چارہ

آصف تنویر تیمی
جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار

اسلام اپنی آمد کے پہلے دن سے اس بات کا حامی رہا ہے کہ انسانی بنیاد پر آپس میں بھائی چارہ ہونا چاہئے، ہر ایک انسان دوسرے انسان کی قدر کو پہچانے، اس کے حقوق کا خیال رکھے، ناحق اس کے مال وجان کو نقصان نہ پہچائے۔ اس کے امن وامان کو تہہ وبالا نہ کیا جائے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت عالم بنا کر مبعوث کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد اسلامی بھائی چارہ کے ساتھ انسانی بھائی چارہ کو بھی قائم کیا۔ بلکہ انسانی بھائی چارہ کے قیام کی خاطر قبل از بعثت تاریخی کوشش کی، اجتماعات منعقد ہوئے تو اس میں شرکت فرمائی۔ مختلف قبائل اور اقوام سے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے متعدد معاہدے اور ایگریمنٹ قائم کئے۔ یہ سارے معاہدے خالص انسانی بنیاد پر کئے گئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وشخصیت کا گہرائی سے مطالعہ کرنے والا اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ نے دل مسلم کو زندگی اور توانائی بخشی، بھٹکے ہوئے آہو کی درست سمت میں رہنمائی کی، اس ظلمت کدہ کو کتاب وسنت سے منور کیا۔ دم توڑتی اور کراہتی انسانیت کو آپ نے آدمیت اور انسانیت نوازی کا سبق پڑھایا۔ آپ کی اس انسان دوستی سے عرب وعجم کو فائدہ پہنچا۔ انسانی جان ومال کی حفاظت تمام دیگر چیزوں پر مقدم رکھی گئی۔

ذیل کے سطور میں سیرت نبوی کی بعض اہم کتابوں کی روشنی میں کچھ ایسے اوراق نقل کئے گئے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ نبی رحمت علیہ السلام نے انسانیت اور انسانی بھائی چارے کو کس اہمیت کے فروغ دیا، انسانی بھائی چارے کی ایسی شاندار مثال قائم کی جیسی قیامت تک نہیں مل سکتی، اے کاش! موجودہ وقت میں انسانی آبادی نبوی طریقہ کو اختیار کرتی تاکہ کراہتی انسانیت کو چین وسکون حاصل ہوجاتا، مذہب کے نام پر انسانیت کا جنازہ نہ نکلتا۔ عالمی برادری کے مابین کشیدگی کی فضا پیدا نہ ہوتی، جیسا کہ ہم سب اس وقت پوری دنیا بالخصوص مشرق وسطی میں دیکھ رہے ہیں۔

سیرت نبوی کی روشنی میں انسانی بھائی چارے کو سمجھنے کے لئے اس وقت کے حالات وظروف کو جاننا اور سمجھنا ضروری ہے جن حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ احادیث، سیرت اور تاریخی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعثت رسول کا زمانہ بڑا پر آشوب تھا۔ توحید، عبادات اور معاملات تمام ہی شعبہائے زندگی میں حالات بد سے بدتر تھے۔ سب سے بڑا مسئلہ شرک کا تھا۔ انسانیت بھی ابتری کے حالات سے دوچار تھی۔ یقیناً ایسے موقع پر رسول اللہ علیہ وسلم کی بعثت پورے انسانوں کے لئے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی۔ ذیل کے اقتباسات کو غور سے پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ رسول رحمت علیہ السلام نے انسانی بھائی چارے میں کتنا کلیدی رول ادا کیا ہے:

عرب کی اخلاقی حالت: ''اندرونی ملک کے باشندوں پر خودمختاری نے بہت برا اثر ڈالا تھا ان میں خودمختاری سے خودسری پیدا ہوگئی تھی، انہوں نے اپنی شجاعت وجرأت کا نشانہ اپنے بھائیوں کو بنا رکھا تھا، بے کاری اور کاہلی نے جوا اور شراب کی عادت پیدا کردی، اور طبیعت ثانی بنادی تھی، ممالک غیر سے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے ان کی زبان اور نسل بے شک کھری تھی، لیکن فصاحت کا استعمال وہ زیادہ تر خودستائی یا دوسری قوموں کی تحقیر میں کیا کرتے تھے، یا اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لئے زبان کی ساری طاقت خرچ کرکے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی خوب تشہیر کیا کرتے تھے، الگ تھلگ رہنے نے مصاہرت کی برائی ان کے ذہن میں قائم کردی تھی اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے۔

جہالت نے ان میں بت پرستی رائج کردی تھی اور بت پرستی نے انسانی دل ودماغ پر قابض ہوکر ان کو توہم پرست بنادیا تھا، فطرت کی ہر ایک چیز، پتھر، درخت، چاند، سورج، پہاڑ، دریا وغیرہ کو وہ اپنا معبود سمجھنے لگ گئے تھے، اور اس طرح وہ خدا کی عظمت وجلال کے فراموش کردینے کے ساتھ ساتھ خود اپنی قدر وقیمت کو بھی بھول چکے تھے، اس لئے انسانی حقوق کے لئے نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ ایسے حقوق کو صحیح مرکز پر لانے کے لئے کوئی قانون تھا، قتل انسانی، رہزنی، جبس بیجا، تصرف ناجائز، مداخلت بیجا، عورتوں کو جبر یا پھسلاوٹ سے بھگا لے جانا، بیٹیوں کو زندہ پیوند خاک کردینا اسی شجر کے ثمر تھے کہ بت پرستی نے ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنادیا تھا''۔ (مقدمہ رحمۃ للعالمین، ص ۳۰)

مختلف مذاہب اسلامی وحدت میں: ''نجد کے وحشی، تہامہ کے بدو، اور یمن کے مسکین دوش بدوش کھڑے ہونے پر نازاں ہورہے ہیں۔ عبداللہ بن سلام یہودیت اور ورقہ بن نوفل عیسائیت اور عثمان بن طلحہ ابراہیمیت کی مسند ہائے امامت چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کیے جانے پر مفتخر ہیں''۔ (حوالہ سابق: ۳۳)

مساوات ظاہری اور اخوت باطنی: ''یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان پارسی، منا اہل البیت کے درجہ پر فائز ہوجاتا ہے، اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بلال حبشی کو فاروق اعظم بھی جس کی سطوت وہیبت سے قیصر وکسری کے اندام پر لرزہ تھا، سید سید (آقا، آقا) کہہ کر پکار رہا ہے، رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین، قومیت کا

تفرقہ، ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے، حسب ونسب کی شرافت کا زبان پر لانا، کمینگی کی دلیل بن گیا ہے، دین واحد نے سب کو ملت واحد بنا کر ایک ہی ولولہ میں، ایک ہی جوش طبیعتوں میں ایک ہی خیال دماغوں میں ایک ہی آوازہ توحید زبانوں پر جاری کردیا ہے‘‘۔(حوالہ سابق:۳۳؍۳۴)

قیام امن ونگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد: ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھ دار لوگوں کو ملک کی بے امنی، راستوں کا خطرناک ہونا، مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردستوں کا ظلم بیان کرکے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی، آخر ایک انجمن قائم ہوئی، جس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنوزہرہ، بنوتیم شامل تھے۔

اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد واقرار کیا کرتے تھے:(۱) ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔(۲) ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔(۳) ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔(۴) ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔

اس تدبیر سے بنوآدم کے جان ومال کی بہت کچھ حفاظت ہوگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے کسی کو مدد کے لئے بلائے تو ہم سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار پایا جاؤں گا‘‘۔(رحمۃ للعالمین:ص۴۳)

خدیجۃ الکبری کی شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلی اخلاق پر: پہلی وحی کے نزول کے بعد خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے آپ کے بارے میں کہا نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا، میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے، رانڈوں، یتیموں، بیکسوں کی دستگیری کرتے، مہمان نوازی فرماتے اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں، خدا آپ کو کبھی اندوہ گین نہ فرمائے گا۔(حوالہ سابق:ص۴۷)

ملک حبش کے دربار میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر دل پذیر: اے بادشاہ! ہم جہالت میں مبتلا تھے، بتوں کو پوجتے تھے، نجاست میں آلودہ تھے، مردار کھاتے تھے۔ بیہودہ بکا کرتے تھے، ہم میں انسانیت اور سچی مہمان داری کا نشان نہ تھا۔ ہمسایہ کی رعایت نہ تھی۔ کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا۔ جس کے حسب ونسب، سچائی، دیانتداری، تقوی، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ اس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا، اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں۔ وعدہ پورا کیا کریں، گناہوں سے دور رہیں، برائیوں سے بچیں، اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں، صدقہ دیا کریں اور روزے رکھا کریں، ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے، قوم نے جہاں تک ہوسکا، ہم کو ستایا تا کہ ہم وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں، ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اور جب مجبور ہوگئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔(رحمۃ للعالمین:ص ۵۸/۵۹)

بیعت کی شرطیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول اسلام کے بعد مختلف قبائل سے بیعت لیا کرتے تھے، بیعت جن حقائق سے متعلق ہوا کرتی تھی، ان میں بھی انسانی بھائی چارہ کا عکس ونقش پایا جاتا تھا۔ ذیل کے بیعت کے دفعات کو غور سے پڑھیے:

(۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے، اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔(۲) ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے۔(۳) ہم اپنی اولاد(لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔(۴) ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔(۵) ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کریں گے۔(حوالہ سابق:ص۷۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں بین الاقوامی معاہدہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے پہنچ کر ہجرت کے پہلے سال یہ مناسب خیال فرمایا کہ جملہ اقوام سے ایک معاہدہ بین الاقوامی اصول پر کرلیا جائے، تا کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور سب کو تمدن وتہذیب میں ایک دوسرے سے مدد واعانت ملتی رہے۔

اس معاہدہ کے جستہ جستہ فقرات درج ذیل ہیں:

(۱) یہ تحریر ہے محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی یا یثرب کے باشندہ ہیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔(۲) کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔(۳) بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔(۴) اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے خلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے۔ مسلمان اس کی نصرت کریں گے۔(۵) معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات، باہمی خیرخواہی، خیراندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے، ضرر اور گناہ نہ ہوں گے۔(۶) جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔(۷) یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔(۸) کوئی شخص اپنے معاہدے کے ساتھ مخالفانہ کاروائی نہ کرے گا۔(۹) مظلوم کی مدد ونصرت کی جائے گی۔(۱۰) مدینے کے اندر کشت وخون کرنا اس معاہدہ کرنے والی سب قوموں پر حرام ہوگا۔(۱۱) زنہاری(پڑوسی) بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔(۱۲) اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہوجائے، جس میں فساد کا خوف ہو تو اس کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سمجھا جائے گا۔(حوالہ سابق:ص۱۰۰/۱۰۱)

مذکورہ بالا تمام حوالوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر رہ کر اگر انسانی بھائی چارے کے قیام کی کوشش کی جاتی ہے تو کارگر اور پائیدار ہوگی، اور اس میں بھی دورائے نہیں کہ ماضی کے بالمقابل حال میں اس قسم کی اخوت کی اشد ضرورت ہے تاکہ انسانی جانوں کو ضائع ہونے سے بچایا جاسکے۔

☆☆☆

اسلام میں نرمی کی تعلیم

مولانا ابوحمدان اشرف فیضی

تعلیم وتربیت میں نرمی: تعلیم وتربیت کے باب میں نرم مزاجی، نرم لہجہ اور نرم گفتگو کی بڑی اہمیت ہے، اس کا دلوں پر اثر ہوتا ہے اور مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں، یہ انتہائی مفید اور مؤثر طریقہ کار ہے، ایک استاذ کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے، والدین اپنے بچوں کی تربیت میں نرمی کا مظاہرہ کریں، اس سلسلے میں نبی ﷺ کا اسوہ ملاحظہ فرمائیں: حدیث میں ہے: معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں میں سے ایک آدمی کو چھینک آئی تو میں نے کہا: يرحمك الله اللہ تجھ پر رحم کرے۔ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کردیا۔ میں نے (دل میں) کہا: میری ماں مجھے گم پائے، تم سب کو کیا ہوگیا؟ کہ مجھے گھور رہے ہیں پھر وہ اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے۔ جب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے چپ کرا رہے ہیں (تو مجھے عجیب لگا) لیکن میں خاموش رہا، جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے، میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی معلم (سکھانے والا) نہیں دیکھا! اللہ کی قسم! نہ تو آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا۔ آپ نے فرمایا: یہ نماز ہے اس میں کسی قسم کی گفتگو روا نہیں ہے، یہ تو بس تسبیح وتکبیر اور قرآن کی تلاوت ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۳۷)

ایک اور حدیث میں ہے: ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجئے، لوگ اس کی طرف متوجہ ہوکر اسے ڈانٹنے لگے اور اسے پیچھے ہٹانے لگے، لیکن نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: میرے قریب آجاؤ، وہ نبی ﷺ کے قریب جاکر بیٹھ گیا، نبی ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم اپنی والدہ کے حق میں بدکاری کو پسند کروگے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لئے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا کہ کیا تم اپنی بیٹی کے حق میں بدکاری کو پسند کروگے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اسے بدکاری کو اپنی بیٹی کے لئے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا کیا تم اپنی بہن کے حق میں بدکاری کو پسند کروگے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اسے اپنی بہن کے لئے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا کیا تم اپنی پھوپھی کے حق میں بدکاری کو پسند کروگے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم! کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں نبی ﷺ نے فرمایا لوگ بھی اسے اپنی پھوپھی کے لئے پسند نہیں کرتے، پھر پوچھا کیا تم اپنی خالہ کے حق میں بدکاری کو پسند کروگے؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم کبھی نہیں، میں آپ پر قربان جاؤں، نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی خالہ کے لئے پسند نہیں کرتے، پھر نبی ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے جسم پر رکھا اور دعاء کی کہ اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما، اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی کسی کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ (مسند احمد، مجمع الزوائد، ۱/۱۳۴، السلسلۃ الصحیحۃ ۱/۷۱۲)

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی، کہا: لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے اپنے گھروں سے اور اطراف مدینہ گاؤں سے (مسجد نبوی میں) باری باری آیا کرتے تھے۔ لوگ گرد وغبار میں چلے آتے، گرد میں اٹے ہوئے اور پسینہ میں شرابور۔ اس قدر پسینہ ہوتا کہ تھمتا (رکتا) نہیں تھا۔ اسی حالت میں ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت آپ میرے پاس تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کاش تم لوگ اس دن (جمعہ میں) غسل کرلیا کرتے تو بہتر ہوتا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وفي هذا الحديث من الفوائد أيضا، رفق العالم بالمتعلم (فتح القدير ۲/۴۴۹) اس حدیث میں کئی فوائد ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عالم متعلم کے ساتھ نرمی اختیار کرے۔

اسی طرح حدیث میں ہے: أن رجلا توضأ فترك موضع ظفر على قدمه، فأبصره النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: ارجع فأحسن وضوءك، فرجع، ثم صلى (صحيح مسلم: كتاب الطهارة، باب وجوب استيعاب جميع أجزاء محل الطهارة: ۲۴۳) ایک شخص نے وضو کیا تو اپنے پاؤں پر ایک ناخن کے برابر جگہ چھوڑ دیا، تو نبی ﷺ نے اس کو دیکھ لیا اور فرمایا: واپس جاؤ اور اپنا وضو خوب اچھی طرح کرو، وہ واپس گیا، (حکم پر عمل کیا) پھر نماز پڑھی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فيه تعليم الجاهل والرفق به (شرح صحيح مسلم للنووي: ۳/۱۳۲) اس حدیث میں جاہل کو تعلیم دینے اور اس کے ساتھ نرمی کرنے کا بیان ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ شاگردوں کے جذبات واحساسات کا پورا لحاظ رکھتے

تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اور ہم سب نوجوان اور ہم عمر تھے۔ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیس دنوں تک رہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کو خیال ہوا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اور ہم سب نوجوان اور ہم عمر تھے۔ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیس دنوں تک رہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کو خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر کے لوگ یاد آ رہے ہوں گے اور نبی کریم ﷺ نے ہم سے ان کے متعلق پوچھا جنہیں ہم اپنے گھروں پر چھوڑ کر آئے تھے۔ہم نے نبی کریم ﷺ کو سارا حال سنا دیا۔آپ بڑے ہی نرم خو اور بڑے رحم کرنے والے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور اپنی قوم کو دین سکھاؤ اور بتاؤ اور تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص تمہارے لئے اذان دے پھر جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

اسی طرح حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی، کہا: لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے اپنے گھروں سے اور اطراف مدینہ گاؤں سے (مسجد نبوی میں) باری باری آیا کرتے تھے۔لوگ گرد وغبار میں چلے آتے، گرد میں اٹے ہوئے اور پسینہ میں شرابور۔اس قدر پسینہ ہوتا کہ تھمتا (رکتا) نہیں تھا۔اسی حالت میں ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس وقت آپ میرے پاس تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کاش تم لوگ اس دن (جمعہ میں) غسل کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وفي هذا الحديث من الفوائد أيضا رفق العالم بالمتعلم (فتح الباري: ۲/ ۴۴۹) اس حدیث میں کئی فوائد ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عالم متعلم کے ساتھ نرمی اختیار کرے۔

نافرمانوں اور گنہگاروں کے ساتھ نرمی: غلطی کرنے والے مختلف قسم کے ہوتے ہیں، مختلف طبیعتوں کے مالک ہوتے ہیں، اگر انہیں پیار اور نرمی سے نصیحت کی جائے تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور وہ توبہ واستغفار کے لئے آمادہ ہوں گے اور ایک وقت آئے گا کہ گناہوں سے نفرت ان کے دل میں بیٹھ جائے گی، جیسا کہ حدیث میں ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں تو تباہ ہو گیا۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ کہا کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر لی ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے آزاد کر سکو؟ انہوں نے کہا نہیں۔دریافت فرمایا کیا متواتر دو مہینے تم روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا کہ نہیں، دریافت فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کیا کہ اس کے لئے بھی میرے پاس کچھ نہیں ہے۔اس کے بعد نبی کریم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے لے جا اور صدقہ کر انہوں نے پوچھا کہ اپنے سے زیادہ محتاج پر؟ ان دونوں پہاڑی کے درمیان ہم سے زیادہ محتاج کوئی نہیں ہے۔آخر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا اسے لے جا اور اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔(صحیح بخاری: ۶۷۱۱)

غور فرمائیں کہ نبی ﷺ نے اس نافرمان پر نہ کوئی غصہ کیا اور نہ لعن طعن کیا بلکہ مزید اس کے کفارہ کی ادائیگی میں اس کے ساتھ احسان کیا، اسی طرح زنا کی اجازت لینے والے شخص کے ساتھ بھی آپ نے بلیغ گفتگو کی اور حکیمانہ نصیحت کی، اور مزید اس کے حق میں دعائیں کی، اس کا اثر یہ ہوا کہ اس فحش اور گھناؤنے عمل سے اس کو نفرت ہو گئی اور زندگی میں کبھی اس کی طرف مائل نہ ہوا۔ ہمارے سماج اور معاشرے میں بہت سارے ایسے نافرمان اور گنہگار لوگ ہیں جنہیں قریب کرنے اور نرمی سے سمجھانے کی ضرورت ہے، ہمارا حال یہ ہے کہ ہم انہیں لعن طعن کرتے ہین، ان کو بالکل الگ کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شرمندگی سے ہم سے دور ہو جاتے ہیں اور تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی نافرمانی اور بری عادتوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، لہٰذا ایسے لوگوں کو قریب کریں، ان کی تربیت کریں اور پیار ومحبت سے پیش آئیں۔

اسی طرح حدیث میں ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ ایک صاحب آئے اور کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہو گئی ہے۔آپ مجھ پر حد جاری کیجئے۔نبی کریم ﷺ نے اس سے کچھ نہیں پوچھا۔ بیان کیا کہ پھر نماز کا وقت ہو گیا اور ان صاحب نے بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو وہ پھر نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر حد واجب ہو گئی ہے آپ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق مجھ پر حد جاری کیجئے۔نبی اکرم ﷺ نے اس پر فرمایا کہ کیا تم نے ابھی ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے۔انہوں نے کہا جی۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ نے تیرا گناہ معاف کر دیا یا فرمایا کہ تیری غلطی یا حد (معاف کر دی) (صحیح بخاری: ۸۸۲۳) دیکھیں! نبی ﷺ گناہ سننے کے بعد اس کی تفصیلات سے متعلق سوال نہیں کیے بلکہ اس کے علاج کی فکر میں لگ گئے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسے تسلی دی۔

اسی طرح اگر کوئی گناہ کا ارتکاب کر لیتا تو اسے لعن طعن کرنے کے بجائے کثرت سے نیک اعمال کی ترغیب دلاتے تا کہ اس کی نیکیاں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائیں اسی طرح کا ایک واقعہ حدیث میں ہے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں نے مدینہ کے آخری حصے میں ایک عورت کو قابو کر لیا اور اس کے علاوہ کہ میں اس سے جماع کروں میں نے اس سے اور سب کچھ حاصل کر لیا۔تو (اب) میں آپ کے سامنے حاضر ہوں، آپ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کر لیں۔عمر رضی اللہ عنہ نے اس

سے کہا: اللہ نے تمہارے گناہ پر پردہ ڈالا، کاش! تم خود بھی اپنا پردہ رکھتے۔ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) کہا: رسول اللہ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ تو (کچھ دیر بعد) وہ شخص اٹھا اور چل دیا۔ نبی ﷺ نے اس کے پیچھے ایک آدمی بھیج کر اسے بلایا اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھی: دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو، بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ ان کے لئے یاد دہانی ہے جو اچھی بات کو یاد رکھنے والے ہیں۔ اس پر لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: اللہ کے نبی! کیا یہ خاص اسی کے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلکہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۳)

دشمنوں کے ساتھ نرمی: سخت ترین دشمنوں کے ساتھ بھی نبی ﷺ بڑی نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے، مشتعل نہیں ہوتے، حدیث میں ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ السام علیک (تمہیں موت آئے) میں ان کی بات سمجھ گئی اور میں نے جواب دیا: علیکم والسام اللعنة تمہاری موت ہو اور تم پر لعنت ہو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عائشہ قابو میں رہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے، میں نے عرض کیا: رسول اللہ! کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا تھا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے وعلیکم کہہ کر ان کو جواب دے دیا تھا ''اور تمہیں بھی'' (صحیح بخاری ۶۲۵۶)

ایک اور حدیث میں ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! قبیلہ دوس نے نافرمانی اور سرکشی کی ہے، آپ ان کے لئے بددعا کیجئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ نبی کریم ﷺ ان کے لئے بددعا ہی کریں گے (اور وہ ہلاک ہو جائیں گے) لیکن نبی کریم ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور انہیں (میرے پاس) لے آ۔ (صحیح بخاری: ۶۳۹۷)

ایک اور حدیث میں ہے: عن أبي هريرة قال: قيل يا رسول الله ادع على المشركين، قال: اني لم أبعث لعانا وانما بعثت رحمة (صحیح مسلم) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: اللہ کے رسول! مشرکین کے خلاف بددعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

عبادات میں نرمی: نفس پر نرمی کرتے ہوئے عبادات میں اپنی طرف سے بیجا سختی کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ نبی ﷺ ماہر نفسیات تھے، مسلسل عمل کرنے سے اکتاہٹ ہو جاتی ہے، ہمارے اوپر نفس کا بھی حق ہے اسے آرام دینا چاہیے، اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے متعدد احادیث مروی ہیں، بعض احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ان الدين يسر ولن يشاد الدين أحد الا غلبه، فسددوا وقاربوا وأبشروا واستينوا بالغدوة والروحة، وشئی من الدلجة (صحیح بخاری: ۳۹) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اس لیے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ (کہ اس طرز عمل سے تم کو دارین کے فوائد حاصل ہوں گے) اور صبح اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔

۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں۔ ان کی نماز کا آپ ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بس تم صرف اتنا ہی عمل کرو جتنے کی تم میں طاقت ہو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاؤ گے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۵۱)

۴۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عبداللہ! کیا یہ خبر صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی صحیح ہے یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو اور بے روزہ کے بھی رہو۔ نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔ کیوں کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے، بس یہی کافی ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیوں کہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا، لیکن میں نے اپنے پر سختی چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنے اندر قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: پھر اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو اور اس سے آگے نہ بڑھو، میں نے پوچھا اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن بے روزہ رہا کرتے تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بعد میں جب ضعیف ہو گئے تو کہا کرتے تھے کاش! میں رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔ (صحیح بخاری: ۱۹۷۵)

۵۔ حدیث میں ہے: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے

ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دونوں بیٹوں کے بیچ میں ٹیک لگائے جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اس کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اس نے نذر مانی ہے پیدل چلنے کی، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے اسے عذاب دینے سے اور اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم)

٦-عن جابر بن عبدالله، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر برجل في ظل شجرة، يرش عليه الماء، قال: ما بال صاحبكم هذا؟ قالوا: يا رسول الله، صائم قال: انه ليس من البر أن تصوموا في السفر، وعليكم برخصة الله التي رخص لكم فاقبلوها (سنن النسائي كتاب الصيام، العلة التي من أجلها قيل ذلك: ٢٢٥٨، صحيح) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اس پر پانی چھڑکا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے اس ساتھی کو کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! یہ روزہ دار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نیکی و تقویٰ نہیں ہے کہ تم سفر میں روزہ رکھو، اللہ نے جو رخصت تمہیں دی ہے اسے قبول کرو۔

امامت وخطابت میں نرمی: نبی کریم ﷺ امامت وخطابت میں بھی لوگوں کی طبیعتوں کا خیال رکھتے ہوئے نرمی کا معاملہ کرتے تھے، آپ کی نماز اور خطبہ دونوں درمیانی ہوا کرتا تھا تاکہ لوگ اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں، جیسا کہ حدیث میں ہے: عن جابر بن سمرة، قال: كنت أصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم الصلوات، فكانت صلاته قصدا، وخطبته قصدا (صحیح مسلم) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا تو آپ کی نماز درمیانی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا۔ اسی طرح حدیث میں ہے: شقیق ابووائل سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں ہر جمعرات کے دن وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے تو ایک شخص نے کہا: ابوعبدالرحمٰن! ہمیں آپ کی باتیں (بہت) پسند ہیں اور ہم ان کی طرف شدید رغبت رکھتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہر روز ہمیں احادیث بیان فرمایا کریں۔ انہوں نے کہا: مجھے اس کے علاوہ تمہیں احادیث بیان کرنے سے صرف یہ ناپسندیدگی مانع ہے کہ میں تمہیں اکتاہٹ کا شکار نہ کردوں۔ رسول اللہ ﷺ وعظ ونصیحت میں ہمارا خیال رکھتے تھے اور کچھ (خاص) دنوں میں ہی ہمیں وعظ ونصیحت سے نوازا کرتے تھے اکتاہٹ کے ڈر سے۔ (صحیح مسلم۔۲۸۲۱)

اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا: اني لأقوم في الصلاة أريد أن أطول فيها، فأسمع بكاء الصبي فأتجوز في صلاتي، كراهية أن أشق على أمه (صحيح بخاري: ٧٠٧) میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اس میں لمبی کروں لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو ہلکی کر دیتا ہوں کیوں کہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہوگی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔ یہ نبی ﷺ کا عملی نمونہ تھا اس کے ساتھ نبی ﷺ صحابہ کرام کو بھی اسی بات کی تعلیم دیتے تھے اور اس کی مخالفت کرنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے:

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، پھر آ کر اپنے قبیلے کی (مسجد میں) امامت کراتے تھے، ایک رات انہوں نے عشاء کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی، پھر اپنی قوم کے پاس آئے، ان کی امامت کرنے اور (سورۃ فاتحہ کے بعد) سورۃ بقرہ پڑھنی شروع کر دی۔ ایک شخص الگ ہو گیا، (نماز سے، سلام پھیرا، پھر اکیلے نماز پڑھی اور چلا گیا تو لوگوں نے اس سے کہا: اے فلاں! کیا تو منافق ہو گیا ہے؟ اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! نہیں، میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس معاملے سے آگاہ کروں گا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم اونٹوں والے ہیں جو پانی ڈھوتے ہیں، دن بھر کام کرتے ہیں اور معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی، پھر آ کر سورہ بقرہ کے ساتھ نماز شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر) معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے معاذ! کیا لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنے والے ہو؟ فلاں سورت پڑھا کرو اور فلاں سورت پڑھا کرو۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: والشمس وضحاها، والضحى والليل اذا يغشى اور سبح اسم ربك الأعلى اس جیسی سورتیں پڑھا کرو۔ (صحیح مسلم: ۴۶۵)

ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: بے شک میں فلاں آدمی کی وجہ سے صبح کی نماز سے پیچھے رہتا ہوں کیوں کہ وہ ہمیں بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ پند ونصیحت کرتے وقت، آپ کبھی اس دن سے زیادہ غضب ناک ہوئے ہوں۔ آپ نے فرمایا: لوگو! تم میں سے بعض (دوسروں کو نماز سے) متنفر کرنے والے ہیں۔ تم میں سے جو بھی لوگوں کی امامت کرائے وہ اختصار سے کام لے کیوں کہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجت مند لوگ ہوتے ہیں۔

اسی طرح حدیث میں ہے: عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے میری قوم کا امام مقرر فرما دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کے امام ہو، تو تم ان کے کمزور ترین لوگوں کی رعایت کرنا، اور ایسا

مؤذن مقرر کرنا جو اذان پر اجرت نہ لے۔(سنن ابوداود:۵۳۱،صحیح)

اور ایک حدیث میں ہے:ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیوں کہ جماعت میں ضعیف بیمار اور بوڑھے(سب ہی)ہوتے ہیں، لیکن اکیلا پڑھے تو جس قدر جی چاہے طول دے سکتا ہے۔(صحیح بخاری:۷۰۳)

اسی طرح حدیث میں ہے: واصل بن حیان سے مروی ہے، ابووائل نے کہا: ہمارے سامنے عمار رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔ انتہائی مختصر اور انتہائی مختصر خطبہ دیا ہے، کاش! آپ سانس کچھ لمبی کر لیتے (زیادہ دیر بات کر لیتے) انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: انسان کی نماز کا طویل ہونا اور اس کے خطبے کا چھوٹا ہونا اس کی سمجھ داری کی علامت ہے، اس لئے نماز لمبی کرو اور خطبہ چھوٹا دو۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض بیان جادو(کی طرح)ہوتا ہے۔(صحیح مسلم:۸۶۹)

ماتحتوں کے ساتھ نرمی: حاکم اور ذمہ دار کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی اختیار کرے، اپنے عہدے اور منصب کا غلط استعمال نہ کرے، کسی پر ظلم نہ کرے، زبان درازی نہ کرے، بیجا سختی نہ کرے اور لوگوں کو کسی بھی طرح حرج میں نہ ڈالے، کیوں کہ دین میں کوئی تنگی اور سختی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ (الحج:۷۸) اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ اور نبی کریم ﷺ نے ایسے حاکم اور امیر پر بددعا کی ہے جو ماتحتوں پر بیجا سختی کرتا ہے اور پریشان کرتا ہے اور جو نرمی کا معاملہ کرتا ہے اس کے لئے دعا کی ہے، ارشاد نبوی ہے: ''اے اللہ! جو شخص بھی میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان پر سختی کرے، تو تو اس پر سختی فرما، اور جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا اور ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو اس کے ساتھ نرمی فرما۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هذا من أبلغ الزواجر عن المشقة على الناس وأعظم الحث على الرفق بهم، وقد تظاهرت الأحاديث بهذا المعنى (شرح صحيح مسلم:۱۲/۲۱۳) لوگوں پر بیجا سختی کرنے سے متعلق اس حدیث میں سخت توبیخ ہے اور لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنے سے متعلق عظیم ترغیب ہے اور اس مفہوم کی بہت ساری احادیث مروی ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امراء و حکام کے لئے ضروری ہے کہ رعایا کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کریں اور ان کی مصلحتوں کا خیال رکھیں، ذمہ داری کے جو لائق ہیں انہیں کو ذمہ داری دیں، اور ان سے شر کو دفع کریں کیوں کہ وہ ان سے متعلق اللہ تعالیٰ کے پاس مسؤول ہوں گے۔

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات و کاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد و مدارس و جامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا ئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ و اساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی و ضلعی جمعیات و معروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف و اضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کر لیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج و دی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

مسلمانوں کی زندگی میں مسجد کا کردار

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

ہدایت یافتہ لوگوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالی ہے: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبۃ:۱۸) ترجمہ: اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔'' اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مسجدوں کی رونق وآبادی مؤمنانہ صفات کے حامل، ہدایت یافتہ لوگوں ہی کی بدولت ہے۔ جبکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: خير البقاع المساجد وشر البقاع الاسواق. (طبرانی) ''مسجدیں سب سے بہترین جگہیں جبکہ بازار سب سے بدترین جگہیں ہیں۔'' ان ہر دو نص سے مسجد کی اہمیت اور اسلام میں اس کے مقام کا پتہ چلتا ہے۔

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کا معمول تھا کہ وہ جب بھی کوئی نیا شہر بساتے تو سب سے پہلے شہر کے قلب میں ایک جامع مسجد تعمیر کرتے۔ پھر مسجد کے صحن سے سڑکیں نکلتیں۔ اور انہیں سڑکوں کی ابتدا میں مختلف پیشہ وروں کی دکانیں ہوتیں۔ یہ لوہاروں کی سڑک ہے اور یہ درزیوں کی سڑک ہے اور یہ عطر فروشوں کی شاہراہ ہے۔ اس کے بعد لوگوں کے رہائشی مکانات ہوتے۔ اس طرح مسجد شہر کے سینٹر میں ہوتی اور اس کے بعد شہر کی آبادی بڑھتی رہتی۔ تاجر بھی مسلمانوں کی زندگی میں مسجد کی اہمیت کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ مسجد سے لوگوں کا لگاؤ رہتا ہے۔ لہٰذا ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ اپنی دکانیں مسجد کی طرف جانے والے راستے میں بنائیں تاکہ نماز کے لیے آتے جاتے مسلمانوں کا گزران پر ہو اور ان کی تجارت پھلے پھولے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی پھر اس کے اردگرد امہات المؤمنین کے حجرے تعمیر کیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غریب مہاجرین کو مسجد نبوی کے آخری حصے میں واقع صفہ نامی چبوترے جس پر سائبان تھا وہاں بسایا اور وہ اہل صفہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مسجد ہر متقی کا گھر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح سے مسجد کا دھیان رکھتے تھے اور اس کے حالات کی پوری معلومات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک عورت جو مسجد میں جھاڑو لگاتی تھی جب اسے نہ دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس کی وفات کی اطلاع نہ دینے پر ناگواری کا اظہار کیا اور پھر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کے اندر ہی وفد آتے، وہیں اسلامی امور کی منصوبہ بندی ہوتی، وہیں غیر مسلموں کے ساتھ معاہدے ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ہی میں مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام فرماتے بلکہ وہیں جن قیدیوں کے بارے میں اسلام لانے کا گمان ہوتا انہیں مسجد ہی میں ٹھہراتے۔ حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ بہت مشہور ہے، انہیں تین دن تک مسجد کے کھمبے سے باندھ کر رکھا گیا تھا۔ وہ دین اسلام قبول کرنے والے لوگوں پر نئے دین یعنی اسلام کے اثرات کا معائنہ کرتے رہے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی مسجد میں برابر آمد ورفت رہتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ ہوکر گھر چھوڑ کر مسجد میں آجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سے ملنے اور حالات جاننے گھر پہنچ جاتے۔ پتہ چلتا کہ علی رضی اللہ عنہ مسجد میں ہیں، وہاں جاکر دیکھتے کہ علی رضی اللہ عنہ مسجد میں گہری نیند سوئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ ان پر مٹی پڑ گئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جگاتے اور مذاق سے کہتے کہ اے ابوتراب! اٹھ جاؤ۔

مسجدیں اللہ کی زمین پر روشن نشانات ہیں جن سے نیک لوگوں اور عبادت گزاروں کا دل لگا رہتا ہے، وہ وہاں آکر اکٹھے بیٹھتے ہیں، باہمی پیار ومحبت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ایک دوسرے سے روابط استوار کرتے ہیں اور ایک نیک نسل کی بنیاد ڈالتے ہیں جس سے ہر آنے والا متاثر ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ بڑی آسانی سے دینداری کا ماحول بنتا ہے، ساتھ ہی ثابت قدمی اور پاکیزگی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مسجدیں مسلمانوں کے درمیان نیکی، تقویٰ اور بھلائی کے کاموں کی بنیاد پر تعاون کے نقطۂ آغاز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہاں لوگوں کا ظاہری اجتماع ہی نہیں ہوتا، خیالات میں بھی ہم آہنگی ہوتی ہے۔ پھر اپنی سوسائٹی وسماج کے لوگوں کی مدد کے لیے

دست تعاون بھی دراز ہوتے ہیں۔ کتنی ہی بار تعلیمی، صحتی اور فکری کاموں کو انجام دینے کے لیے مساجد سے پہل ہوئی۔ کتنی ہی ایسی مساجد ہیں جنھوں نے ایک علمی منارہ کی شکل اختیار کرلی اور پھر اس سے دنیا کو روشنی ملی اور ہر جگہ طلب علم کا قبلہ بن گئیں۔ مسجدیں کل بھی اور آج بھی قومی امن وسلامتی کے تحفظ کے لیے کونے کا پتھر ثابت ہوئی ہیں۔ فرانسیسی حملہ آور کی مزاحمت کا آغاز جامع ازہر سے ہوا اور وہ اس بات کی گواہ بنی کہ حملہ آور ذلت ورسوائی کے ساتھ اپنا بوریا بستر سمیٹنے پر مجبور ہوا۔ مسجدیں معاشرے کے استحکام اور اس کی بنیادوں کی مضبوطی کی محافظ ہوتی ہیں تبھی تو مسلمانوں نے مسجدوں ہی میں مالداروں کا مال جمع کرکے اور غریبوں پر خرچ کرکے سماجی یکجہتی قائم کی اور اپنا اقتدار دنیا کے وسیع خطے پر قائم کردیا جس کی مثال مسلمانوں کے علاوہ کسی اور قوم کے اندر تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

یہ سماجی یکجہتی کسی بھی زمانے میں اقتدار کی قوت وضعف کے باوجود کسی بھی حال میں ٹوٹی نہیں بلکہ سخت ترین حالات میں بھی ایک دوسرے سے بندھی رہی کیونکہ اس کا محرک دینی بھائی چارہ تھا اور یہ مسجدیں اس کا لنک تھیں جس نے سماجی معیار الگ الگ ہونے کے باوجود مسلمانوں کو مربوط اور جوڑ کر رکھا اور کسی بھی مرحلے میں انہیں الگ ہونے نہیں دیا اور جب ایک مالدار کا کندھا غریب کے کندھے سے نماز میں سٹا رہا تو مالدار اپنے غریب بھائی کی مصیبت وپریشانی کو کس طرح بھلا سکتا تھا؟

دینداری کا نمونہ بنانے میں مسجد کے گہرے اثرات ہوتے ہیں اور یہ کہ مسجد کی وجہ سے معاشرے وسماج میں انسان خوب گھل مل جاتا ہے اور آپسی تعلقات مضبوط رہتے ہیں۔ اس کے برخلاف انتہاپسند وعلیحدگی پسند جماعتوں کے پیروکاروں کا پہلا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ معاشرہ وسماج پر جہالت کا لیبل لگا کر اپنے پیروکاروں کو اس سے دور رہنے کی دعوت دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے تو وہ معاشرہ وسماج کو کافر گردانتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ ٹکراؤ کی راہ اختیار کرنے لگتے ہیں۔

مسجد بذات خود ایک تربیت گاہ ہے۔ وہاں نمازوں کی ادائیگی کے لیے آمد ورفت خود ایک روحانی مزاج پیدا کرتی ہے۔ طبیعت میں سکون واطمینان پید ہوتا ہے۔ وہاں نماز پڑھنے سے خشوع وخضوع اور اللہ سے لو لگانے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ مسجد کی تربیت سے دور رہتے ہیں ان کے اندر منفی اثرات پنپتے ہیں۔ وہ معاشرے سے دور اور سوسائٹی میں مدغم ہونے سے محروم رہتے ہیں۔ انہیں معاشرے سے کوئی لگاؤ نہیں رہتا۔ آپ دیکھیں گے کہ جو لوگ مساجد سے برابر منسلک رہتے ہیں ان کے اندر نفرت کا مزاج نہیں بنتا بلکہ میل جول کا ماحول بنا رہتا ہے۔ اعزہ واقرباء، رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے تعلقات استوار رہتے ہیں باہمی حقوق کی پاسداری ہوتی ہے۔

مسجد کے پیغام کو مضبوط ومؤثر بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ایک باصلاحیت مستقل امام کی تقرری کی جائے جو صرف نماز پڑھانے اور خطبۂ جمعہ کے لیے نہیں بلکہ مسجد کے پیغام کو علمی وسماجی اعتبار سے دور دور تک پہنچانے کے لائق ہو۔ مسجدوں سے جو لوگ جڑے ہوئے ہیں ان کی توانائیوں کو دین ومعاشرے کی خدمت میں لگانے کا وہ گر جانتا ہو۔ اس کے علاوہ امام کشادہ دل اور ہنس مکھ ہو، بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا ہو اور اسے مسجد کے حقیقی پیغام کی پوری سوجھ بوجھ ہو۔

مسجد ایک ادارہ ہے جس کی جڑیں مسلمانوں کی گہرائیوں اور ان کی تاریخ میں پیوست ہیں۔ مسلمان مسجد کو آباد کرتا ہے اور وہ اس کی اصلاح کرتی ہے۔ مسلمان مسجد کی دیکھ بھال کرتا ہے، اس کی صفائی کرتا ہے اور اس میں کہیں گندگی ہوگئی ہو تو اسے ہٹاتا ہے جبکہ مسجد میں ٹھہرنے سے مسلمان آلائشوں سے پاک ہوجاتا ہے، اس کے اندر روحانیت پیدا ہوتی ہے اور دل کا زنگ صاف ہوجاتا ہے۔ مسلمان سج سنور کر مسجد میں جاتا ہے تو مسجد اسے آداب واخلاق سے مزین کردیتی ہے۔

مسلمان ماں باپ، خویش واقارب سے ملنے کے لیے جانے سے بھی زیادہ بار مسجد جاتا ہے، یعنی وہ ایک دن میں پانچ بار مسجد جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا ماں باپ، خویش واقارب سے بھی زیادہ گہرا تعلق مسجد سے ہوتا ہے۔ ایک مسلمان جب بھی مسجد جاتا ہے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرتا ہے اور جب تک وہ نماز کی غرض سے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

مسجد کب کھلے گی اور کب بند ہوگی؟ مسجد میں کس بات کی اجازت ہے اور کس کی ممانعت؟ یہ سب باتیں بحث کا موضوع بنی رہتی ہیں جس سے مسلمانوں کے درمیان مسجد سے گہرے تعلق کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی پکا سچا مسلمان نہیں دیکھیں گے مگر اس کی تربیت میں مسجد کا اہم کردار ہوگا۔

انٹرنیٹ اور اسمارٹ فون کے واسطے سے شہروں اور گھروں کی حد بندیاں ختم ہوگئی ہیں ان کی نہ کوئی سرحد ہے اور نہ کوئی دیوار۔ آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے بیٹے کے پاس موبائل فون ہے، جسے وہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہے یہاں تک کہ بستر پر بھی وہ اس کے پاس رہتا ہے۔ اس میں ہمارے بچوں کی فہم وفراست کو ڈیولپ کرنے کے لیے ویڈیوز، ایپلی کیشنز اور گیمز ہوتے ہیں جن کے نفع ونقصان سے ہم قطعاً بے خبر رہتے ہیں۔ ایسے میں یہ ضروری ہوگیا ہے کہ بچوں کی تربیت میں مسجد اور امام مسجد کے کردار کو فراموش نہ کریں اور مسجد کو ہم ایک تربیتی مرکز مان کر چلیں جس میں ہمارے بچے صحیح دین سیکھیں گے اور اپنے سماج ومعاشرے میں گھل مل کر رہیں گے۔ اس سے ان کا

تعلق والہانہ ہواس کے تئیں وہ ہرطرح سے ہمدردی رکھیں۔اس بات کا آپ خاص خیال رکھیں کہ آپ کا بچہ مغربیت، انتہا پسندی اور تکفیری حملوں کا شکار نہ ہوجائے جن کی آج کی دنیامیں بھرمار ہے۔

یہ ایک بہت ہی سنگین مسئلہ ہے کہ لوگ مسجد کو صرف نماز پڑھ لینے کے لیے سمجھ بیٹھیں اور نماز کے بعد اسے فوراً بند کرکے بیٹھ جائیں بعد میں نماز کے لیے آنے والوں کو ڈانٹیں پھٹکاریں، اس سے مسجد کے کردار کو بہت زیادہ نقصان ہوگا کیونکہ وہ ایک تعلیمی اور سماجی ادارہ ہے جس میں مسلمانوں کی باہمی ملاقات ہوتی ہے تو پہچان بنتی ہے ایک دوسرے کے تعاون کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔اس سے منسلک مالدار ،غریب محتاج کی مدد کرتا ہے۔طاقتور کا کمزور سے تعلق بنتا ہے۔عالم جاہل کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے اسی طرح جو اچھا قرآن پڑھنے والا ہے وہ اٹک اٹک کر پڑھنے والے سے ملتا ہے اور فائدہ پہنچاتا ہے۔

اور یہ اس سے بھی زیادہ سنگین مسئلہ ہے کہ ہم آج ایسی دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں جس میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کا بول بالا ہے جن میں سے بعض کا ٹرن اوور بعض ملکوں کے مجموعی بجٹ سے بھی زیادہ ہے اور پھر وہ دنیا کے بڑے ممالک کی سیاست میں اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرتی ہیں اور دنیا پر اپنا سکہ جمانے کی تگ ودو میں لگی ہوئی ہیں۔ساتھ ہی دنیا بھر میں اپنے پروڈکٹس اور کنزیومر کے درمیان حائل ہر طرح کی مشکلات کو دور کرنے میں لگی رہتی ہیں حتی کہ دین واخلاق، اقدار وروایات نیز قومیت بھی اگر ان کی ترقی کے راستے میں حائل ہو رہی ہو تب بھی انہیں اپنے راستے سے ہٹانے میں کوئی پس وپیش نہیں کرتیں۔ان کمپنیوں کا انداز بڑا جارحانہ ہوتا ہے، وہ اپنے شہوانی صارفانہ روپ میں مغربی تہذیب کا سکہ پوری دنیا میں جمادینا چاہتی ہیں۔ان کا مقصد دین واخلاق کی گراوٹ کی قیمت پر اپنے پروڈکٹس کو فروغ اور زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کرنا ہوتا ہے۔یہ ساری باتیں ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہیں کہ ہم اپنے دین وایمان، اخلاق وقدار کے قلعوں کو مضبوط کریں، جہاں ضرورت ہو ان میں ترمیم وتجدید کریں۔ان میں سب سے زیادہ اہم مسجدیں ہیں کیونکہ ہماری مسجدیں ہمارے سماج ومعاشرے کی بنیاد ہیں۔اللہ تعالی ہم کو اس کی توفیق بخشے۔آمین ☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاءالدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اہل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون:011-23273407، فیکس:011-23246613

مولانا ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی

ہماری دعائیں بے اثر کیوں؟

ہماری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی بہت سی وجوہات میں سے کچھ وجوہات یہ بھی ہیں۔

(1) کچھ دن دعا کرنا اور پھر چھوڑ دینا: ہماری دعائیں جو قبول نہیں ہورہی ہیں تو اس کے ذمے دار ہم خود ہیں وہ اس طرح سے کہ ہم کچھ دن مسلسل دعائیں کرتے رہتے ہیں، اپنے رب کے حضور خوب روتے اور گڑگڑاتے ہیں اور پھر کچھ دنوں کے بعد تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ کہہ کر دعا کرنا ہی چھوڑ دیتے ہیں کہ میں نے بہت دعائیں مانگی مگر میری دعائیں قبول ہی نہیں ہوئیں، جو لوگ بھی ایسا کرتے اور کہتے ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ کہا کہ ایسے لوگوں کی دعائیں قبول ہی نہیں کی جاتی ہیں جیسا کہ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ يَقُولُ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي" کہ تم میں سے ایک انسان کی دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلدی نہ کرے کہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ (بخاری:6340) اسی بارے میں صحیح مسلم کے اندر یہ حدیث بھی موجود ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ "لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ" ایک بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے، صحابۂ کرامؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ "مَا الِاسْتِعْجَالُ" جلدی کرنے سے مقصود کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيبُ لِي فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذَلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ" دعا کرنے والا یہ کہنے لگے کہ میں نے کئی بار دعا کی لیکن میری دعا قبول نہیں ہوئی، پھر وہ انسان اکتا کر دعا کرنا ہی چھوڑ دے۔ (مسلم:2735، ابوداؤد:1484، ترمذی:3387) اس لئے دعا ہمیشہ کرتے رہنا اور اسے کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ ہمارے رب کی شان یہ ہے کہ وہ دعا نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے جیسا کہ فرمان مصطفی ﷺ ہے "مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ" جو شخص اللہ تعالی سے نہیں مانگتا ہے تو اللہ تعالی اس پر غضبناک ہوجاتا ہے۔ (ترمذی:3373، الصحیحۃ:2654) رب کی اسی شان اور عظمت کے بارے میں کسی عربی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

أَللّٰهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ
وَبَنِيُ آدَمَ حِينَ يُسْأَلُ يَغْضَبُ

اللہ تعالی کی شان یہ ہے کہ جب تو اس سے نہ مانگے تو وہ ناراض ہوتا ہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ اس سے مانگا جائے تو وہ ناراض ہوجاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی:5/164) اسی لئے اے لوگو! جب بھی ہاتھ پھیلاؤ تو اپنے رب کے سامنے میں پھیلاؤ اور دعا کا بکثرت اہتمام کیا کرو اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ دعا کی توفیق سب کو نہیں ملتی ہے، رب جس پر مہربان ہوتا ہے اسے ہی دعا کرنے کی توفیق ملتی ہے جیسا کہ فرمان مصطفی ﷺ ہے "مَنْ فُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ" جس انسان کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا (یعنی اسے بار بار دعا کرنے کی توفیق ملی تو سمجھو کہ) اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ (ترمذی:3548، اسنادہ حسن)

(2) دعا کی قبولیت کا یقین نہ ہونا:

لاپرواہی اور سستی وکاہلی سے دعا کرنا: برادران اسلام! آج ہماری دعائیں اس سے قبول نہیں ہورہی ہیں اس کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ بہت سارے لوگ دعا تو کرتے ہیں مگر انہیں خود اس بات پر یقین نہیں ہوتا ہے کہ اللہ ان کی دعاؤں کو قبول کرے گا، وہ شک وشبہ کے شکار رہتے ہیں اور خود اپنی زبان سے کہتے بھی نظر آتے ہیں اللہ ہماری دعاؤں کو قبول ہی نہیں کرتا ہے، پتہ نہیں اللہ میری دعاؤں کو قبول کیوں نہیں کرتا ہے؟ بہت سارے لوگ تو یہ بھی کہتے نظر آتے ہیں کہ ہمیں کیا معلوم کہ اللہ قبول کریگا کہ نہیں بلکہ سماج ومعاشرے کے اندر تو لوگوں نے شرک وبدعت بھی پھیلا رکھی ہے کہ اللہ تو صرف نیک لوگوں کی سنتا ہے، ہم تو گناہگار ہیں اللہ ہماری کہاں سنے گا، لیکن اللہ تو سب کی سنتا ہے چاہے وہ کافر ہو یا مشرک، ملحد ہو یا پھر زندیق، کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

وہ سنتا ہے سب کی دعا کر تو دیکھو
تم اپنے نصیب آزما کر تو دیکھو

امام سفیان بن عیینہؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ اے لوگو! دعا کو کبھی مت چھوڑنا کیونکہ اللہ نے تو تمام مخلوق میں سب سے برے ابلیس کی بھی دعا کو قبول کرلی تھی کہ جب اس ابلیس نے یہ دعا کی کہ "رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ" اے میرے رب مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک مہلت دے، تو رب العزت نے اس کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ "قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ، إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ" تو مہلت والوں میں سے ہے، متعین

وقت کے دن تک (کیلئے)۔ (ص:79-81،تفسیر قرطبی:2/313) جب اللہ رب العزت نے ابلیس ملعون کی دعا کو قبول کرلی تو کیا اللہ ہماری دعاؤں کو قبول نہیں کرے گا،ضرور بالضرور قبول کرے گا بشرطیکہ ہمیں کامل یقین ہو کہ رب العزت ہماری دعاؤں کو ضرور بالضرور قبول کرے گا،لیکن اگر ہم شک وشبہ میں رہیں گے اور یہ سوچیں گے کہ پتہ نہیں ہماری دعا قبول کی جائے گی کہ نہیں تو سن لیجئے جولوگ بھی دعا کے متعلق شک وشبہ کا اظہار کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نہیں نوازا جاتا ہے۔

اسی طرح سے ہماری دعائیں قبول نہ ہونے کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ ہم خشوع وخضوع، عاجزی وانکساری،مکمل یکسوئی اور حضور قلب سے دعا نہیں مانگتے ہیں بلکہ ہم سب اس عظیم عبادت کو رسماوعادتا اچاٹ دل سے انجام دیتے ہیں،اکثر وبیشتر دیکھا یہ جاتا ہے کہ جب لوگ اپنے اپنے ہاتھوں کو دعا کے لئے اٹھاتے ہیں تو وہ دورانِ دعا ادھر ادھر تاک جھانک کررہے ہوتے ہیں،کوئی مصلیوں کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے تو کوئی مسجد کے درودیوار کی طرف بار بار اپنی نگاہ کو لے جارہا ہوتا ہے تو کوئی اپنے داڑھی کے بالوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے نظر آتا ہے تو کوئی اپنے موبائل میں مشغول رہتے ہوئے دعا کررہا ہوتا ہے، جولوگ بھی اس طرح کی حرکت کرتے ہیں وہ لوگ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں کیونکہ جولوگ بھی اس طرح غفلت ولاپرواہی سے دعا کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نہیں نوازا جاتا ہے مذکورہ بالا دونوں باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو!" أُدْعُوا اللَّـهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّـهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ " تم اللہ تعالی سے اس طرح سے دعائیں کرو کہ تمہیں اس دعا کی قبولیت کا یقین ہو اور یہ بات اچھی طرح سے جان لو کہ اللہ تعالی غافل اور لاپرواہ دل سے کی گئی دعاؤں کو قبول نہیں کرتا ہے۔(ترمذی:3479، الصحیحۃ:594)اس لئے خشوع وخضوع،حضور قلب، عاجزی وانکساری کے ساتھ، روتے اور گڑگڑاتے ہوئے دعائیں کیا کرو اور ہمارے رب کا بھی یہی حکم ہے کہ "أُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ " تم اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو، گڑگڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی،واقعی اللہ تعالی ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں۔(الاعراف:55)

(3) دعا کرنے سے پہلے درود وسلام کا اہتمام نہ کرنا: محترم قارئین! آج ہماری دعائیں قبول نہ ہونے کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ ہم جب اپنے ہاتھوں کو دعا کرنے کے لئے اٹھاتے ہیں تو بس ہاتھ اٹھاتے ہی ربنا آتنا اور یہ وہ مانگنا شروع کردیتے ہیں، جب کہ طریقہ یہ ہے کہ ہم پہلے اللہ کی حمدوثنا اور بڑائی وکبریائی بیان کریں اور پھر اپنے محبوب نبی ﷺ پر درودوسلام بھیجیں اور پھر اس کے بعد اپنے لئے خیروبھلائی کی جو دعائیں مانگنی ہے مانگیں مگر ہمیں ایسا کرنے کی فرصت ہی کہاں رہتی ہے،لوگوں کو تو بس جلدی ہی رہتی ہے،امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی لوگ ہاتھ اٹھاتے ہیں اور پھر چہرے پر ملتے ہوئے وہاں سے اٹھ جاتے ہیں،اللہ ہی بہتر جانے کہ وہ 10/15 سیکنڈ میں وہ کون سی دعا پڑھتے ہیں،اگر آپ بھی ایسا کرتے ہیں تو آج سے ہی اس طرح کرنے سے باز آجائیں کیونکہ جولوگ اپنے نبی ﷺ پر درودوسلام بھیجے بغیر دعا کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی دعائیں زمین وآسمان کے درمیان میں لٹک جاتی ہیں جیسا کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ نے کہا کہ " إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " بےشک دعا آسمان وزمین کے درمیان ٹھہری رہتی ہے، وہ دعا اس سے کچھ بھی اوپر نہیں چڑھتی ہے جب تک کہ تم اپنے نبی ﷺ پر درود نہ بھیج لو۔(ترمذی:486،وقال الألبانیؒ اسنادہ حسن)اسی طرح سے آپ ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ " كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتَّى يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم " جب تک آپ ﷺ پر درود نہ بھیجی جائے تب تک ہر دعا کو روک لیا جاتا ہے یعنی کہ دعاؤں کو قبول نہیں کیا جاتا ہے۔(الصحیحۃ:2035) جولوگ بھی سلام پھیرتے ہی جلدی جلدی درود شریف پڑھے بغیر ہی دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں تو ایسے لوگ یہ بات یاد رکھیں کہ وہ پوری زندگی اس طرح سے دعائیں کرتے رہیں گے مگر ان کی دعائیں زمین وآسمان کے بیچ میں لٹکی ہوئی رہ جائیں گے۔سیدنا فضالہ بن عبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی اور پھر سلام پھیرتے ہی یہ دعا کرنے لگا کہ " أَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي " اے اللہ مجھے بخش دے اور میرے اوپر رحم فرما،ایسا دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ " عَجِلْتَ أَيُّهَا الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ " اے نمازی انسان تم نے بہت جلدی کی ہے، جب تم نماز پڑھو اور پھر دعا کرنے کے لئے بیٹھو تو پہلے اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمدوثنا بیان کرو اور مجھ پر درود بھیجو پھر تم دعا کرو۔حضرت فضالہؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر کچھ دیر کے بعد ایک دوسرا آدمی مسجد میں آیا اور نماز ادا کرکے اس نے اس طرح سے دعا کی شروعات کی کہ پہلے اس نے اللہ کی حمدوثنا بیان کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ " أَيُّهَا الْمُصَلِّي ادْعُ تُجَبْ " اے نمازی! دعا کر قبول کی جائے گی،ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے فرمایا کہ دعا کرو تمہاری دعا قبول کی جائے گی "وَسَلْ تُعْطَ " اور مانگو تمہاری مراد پوری کی جائے گی۔(ترمذی:3476،نسائی:1284،وقال الألبانیؒ اسنادہ صحیح)

(4) گناہ کی دعائیں کرنا: آج ہماری دعائیں قبول نہ ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ بہت سارے لوگ گناہ کی دعائیں کرتے رہتے ہیں،سماج ومعاشرے کے اندر بہت سارے لوگوں کو یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ گناہ کی یا پھر اللہ کی نافرمانی کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جب دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں تو اپنے رب سے بدظن ہوکر یہ

کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں، بہت سارے ایسے نوجوان بھی ہم نے دیکھے ہیں جو ہاتھ اٹھا کر رب کے حضور روتے اور گڑگڑاتے ہوئے کسی لڑکی کی محبت کی بھیک مانگ رہے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ بھی ہم نے دیکھے ہیں جو اپنے رشتے داروں کے ہلاک و برباد ہونے کی دعائیں کرتے رہتے ہیں، کچھ ایسے لوگ بھی ہم نے دیکھے ہیں جو حسد و جلن میں آ کر کسی کی تجارت کے ڈوبنے اور دیوالیہ ہونے کی دعائیں کرتے رہتے ہیں الغرض اس طرح کی جتنی بھی دعائیں ہوتی ہیں رب اس کو قبول نہیں کرتا ہے جیسا کہ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا" لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ " ایک بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ گناہ یا پھر قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔(مسلم:2735)

(5) اخلاص کا نہ ہونا: برادران اسلام! آج کل مسلمان کی دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں تو اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت اللہ کی عبادت و بندگی کرنے اور اپنے رب سے مانگنے اور دعائیں کرنے میں مخلص نہیں ہے جبکہ کسی بھی طرح کی دعا کی قبولیت کے لئے اخلاص کا ہونا لازمی شرط ہے، افسوس صد افسوس آج کا مسلمان اپنے رب سے بھی مانگتا ہے اور غیروں سے بھی مانگتا ہے آج کل کا مسلمان تو مکہ کے کفار و مشرکین سے بھی چار قدم آگے ہے وہ اس طرح سے کہ اگر ان کفار و مشرکین پر کوئی آفت و مصیبت آتی تھی تو وہ لوگ اپنے تمام باطل خداؤں سے اپنا پلو جھاڑ لیتے تھے اور صرف اور صرف ایک اللہ کو پکارنا شروع کر دیتے تھے۔ (یونس:22-23) مگر کچھ مسلمان ایسے بھی ہیں کہ جب مصیبت آتی ہے تو اس مصیبت کی گھڑی میں بھی شرکیہ نعرے لگانا شروع کر دیتے ہیں، بھلا ایسے لوگوں کی دعائیں کیونکر قبول ہوں گی جو اللہ کو چھوڑ کر غیروں سے مرادیں مانگیں گے، اللہ رب العزت کا حکم تو یہ ہے کہ اے لوگو تم اپنی تمام عبادات کو صرف ایک اللہ کے لئے خالص کر لو اور دعا بھی ایک عبادت ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے" وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ " انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کیلئے دین کو خالص رکھیں۔(البینۃ:5) اسی طرح سے دوسری جگہ رب العزت کا فرمان ہے" وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ " اور اللہ تعالی کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھو۔(الاعراف:29) اس لئے اگر آپ اپنی ہر دعا کو قبول کرانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ پختہ یقین و ایمان اپنے دل میں پیدا کر لیں کہ وہی ایک اللہ سب کچھ عطا کرنے والا ہے، مافوق الاسباب طریقے سے سب کی فریاد رسی وہی ایک اللہ کرتا ہے اور یہ بات اپنے دل و دماغ میں بیٹھا لیں کہ ایک اللہ کے علاوہ اس کائنات میں کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے" وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ، إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَائَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ " جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں، اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، آپ کو کوئی بھی حق تعالی جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔(فاطر:13-14)

پانچ باتوں کو ذہن نشین کر لیں دعا کی قبولیت سے متعلق اور ہمیشہ یاد رکھیں ان شاء اللہ آپ کبھی بھی اپنے رب سے مایوس نہ ہوں گے اور نہ ہی دعاؤں کو کبھی چھوڑیں گے:

(1) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ دعا کرنا کبھی نہ چھوڑیں کیونکہ یہ دعا آپ کو کسی نہ کسی شکل میں فائدہ ضرور پہنچائے گی، یہ دعا آپ کی اور آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گی جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا" إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِالدُّعَاءِ " کہ یقیناً دعا ایسی آفات جو نازل ہو چکی ہیں اور جو ابھی نازل نہیں ہوئیں ہیں سب کے لئے فائدہ مند ہے اس لئے اے اللہ کے بندو! دعا کو لازم پکڑنا اور اسے کبھی مت چھوڑنا۔(ترمذی:3548، وقال الألبانیؒ اسنادہ حسن، صحیح الجامع للألبانیؒ:3409)

(2) دوسری بات یہ کہ اے لوگو یہ کبھی مت سوچنا اور کبھی بھی اپنی زبان سے یہ نہ نکالنا کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی کیونکہ محمد عربی ﷺ نے دعا کرنے والوں کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا ہے کہ ایسے لوگوں کو تین فائدوں میں سے کوئی ایک فائدہ ضرور ملتا ہے جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا" مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ وَلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ " جب بھی کوئی مسلمان ایسی دعا کرتا ہے جس میں نافرمانی اور قطع رحمی والی بات نہ ہو تو اللہ تعالی اسے تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا کر دیتا ہے، نمبر ایک" إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ " یا تو اللہ اس کی دعا کو جلدی قبول فرما لیتا ہے، نمبر دو" وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ " یا پھر آخرت میں اس دعا کو اس کے لئے ذخیرہ بنا دیتا ہے اور نمبر تین یہ کہ " وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا " اس دعا کی برکت سے اللہ رب العزت اس انسان سے اس کے برابر کسی مصیبت کو دور فرما دیتا ہے۔ یہ سن کر صحابۂ کرامؓ نے کہا کہ "إِذًا نُكْثِرُ " تب تو ہم کثرت سے دعائیں کیا کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ " اَللَّهُ أَكْثَرُ "، تم جتنی دعائیں کیا کرو گے اللہ اس سے کہیں زیادہ عطا کرنے والا ہے کیونکہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ (مسند احمد: 11133، صحیح الأدب المفرد للألبانیؒ:550)

(3) تیسری بات یہ کہ جب آپ دعا کریں تو آپ کو دعا کی قبولیت کا یقین ہو

اورساتھ میں آپ کو اس بات کا بھی کامل یقین ہو کہ آپ کے حق میں جو بہتر ہوگا وہ آپ کو اللہ رب العزت ضرور عطا کرے گا اور یہ جان لیں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے رب سے کوئی چیز طلب کرتے ہیں مگر وہ چیز ہمارے لئے بری ہوتی ہے اس لئے ہمارا رب ہمیں وہ چیز عطا نہیں کرتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے"وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ "ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بری جانو اور دراصل وہی تمہارے لئے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے لئے بری ہو، حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو۔(البقرۃ:216) اس لئے دعا کرنے کے بعد ہمیشہ یہ سوچنا اور یاد رکھنا اور اپنے آپ سے کہنا کہ میں نے دعائیں تو کیں مگر میرے رب کو میرے بارے میں جو پسند تھا وہ اس نے کیا۔فللّٰہ الحمد۔اور اے لوگو! اپنے بارے میں اپنے رب سے ہمیشہ اچھا گمان رکھو کیونکہ جیسا اپنے رب کے بارے میں گمان رکھو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ بھی ہوگا جیسا کہ حدیث قدسی کے اندر فرمان مصطفیٰ ﷺ ہے کہ خود رب العزت کا یہ کہنا ہے" أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي إِنْ ظَنَّ بِي خَيْرًا فَلَهُ وَإِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَهُ " کہ اپنے بندوں کے ساتھ میں اس کے گمان کے مطابق اس کے معاملات کو انجام دیتا ہوں، اگر وہ میرے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہے تو اس کے ساتھ اچھا ہی ہوتا ہے اور اگر وہ میرے بارے میں برا گمان رکھتا ہے تو اس کے ساتھ برا ہی ہوتا ہے۔(الصحیحۃ:1664،مسند احمد:9076)

(4) چوتھی بات یہ ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے رب سے دعائیں کرتے رہا کریں اور اللہ کا یہ قانون ودستور بھی ذرا یاد رکھیں کہ بسا اوقات کچھ دعائیں فورا قبول ہو جاتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں یہ بات مذکور ہے کہ سیدنا زکریا علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ رب العزت سے دعا کی کہ " رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ " اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا کو سننے والا ہے۔اِدھر حضرت زکریا علیہ الصلاۃ والسلام نے دعا کی اور اُدھر کچھ ہی لمحوں کے بعد فرشتہ دوران نماز یہ خوشخبری لے کر حضرت زکریا علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس حاضر ہوگیا کہ " أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى" اے زکریا! اللہ تعالی آپ کو یحیی بیٹے کی خوشخبری وبشارت دیتا ہے۔(آل عمران:38-39) اِدھر دعا ہو رہی ہے اور اُدھر دعا قبول بھی ہو جا رہی ہے، اسی طرح سے اللہ رب العزت کا یہ بھی قانون ہے کہ بسا اوقات دعائیں قبول تو ہوتی ہیں مگر بہت تاخیر سے ہوتی ہیں اور اللہ اپنے بندے کے حق میں جب بہتر اور اچھا سمجھتا ہے تبھی اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے جیسا کہ اس بات کا بیان سورہ بقرہ کے اندر موجود ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے جب خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تو اپنے رب سے یہ دعا مانگی کہ "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ "اے ہمارے رب! ان میں ان ہی میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے، یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔(البقرۃ:129) میرے دوستو! حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ دعا مکہ والوں کے لئے کی اور یہ دعا قبول بھی ہوئی، مگر ظاہر کب ہوئی؟ ہزاروں سال کے بعد اللہ نے ان کی دعا کو ظاہر کیا وہ اس طرح سے کہ مکہ کے اندر سب سے آخری رسول جناب محمد عربی ﷺ کو مبعوث کیا، یہی وجہ ہے کہ خود آپ ﷺ بھی یہ کہا کرتے تھے کہ " أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ" میں اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی دعا ہوں۔(الصحیحۃ:1546) اس لئے دعا کو کبھی نہ چھوڑو اور یہ اللہ سے امید رکھو کہ آج نہیں تو کل، کل نہیں تو پرسوں میری دعا ضرور قبول کی جائے گی، کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

یارب تیری رحمت سے مایوس نہیں فانی
لیکن تیری رحمت کی تاخیر میں حکمت ہے

(5) پانچویں اور آخری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ جہاں ہم سب اپنے رب سے اپنے لئے ہر طرح کی خیر وبھلائی کی دعائیں مانگتے ہیں وہیں پر ہم سب ایک اور وہ دعا ضرور کیا کریں جو دعا خود جناب محمد عربی ﷺ کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس بات سے کہ میری دعائیں قبول نہ کی جائے جیسا کہ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ " أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ " اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس علم سے جو فائدہ نہ دے اور اس دعا سے جو قبول نہ کی جائے اور اس دل سے جس میں خشوع وخضوع نہ ہو اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو۔(ابن ماجہؒ 250، نسائی:5539، صحیح الجامع للألبانیؒ:1297) اس حدیث کے اندر جن چار دعاؤں کا تذکرہ ہے ان چاروں دعاؤں کی ہم سب کو بہت سخت ضرورت ہے اس لئے آپ سب اس دعا کو ضرور بالضرور یاد کرلیں۔

رب العزت سے دعا گو ہے کہ اے الہ العالمین تو ہم سب کی ٹوٹی پھوٹی دعاؤں کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمالے۔آمین ثم آمین یارب العالمین۔

میری معصوم دعاؤں کو الٰہی سن لے
میری مغموم صداؤں کو الٰہی سن لے

ڈاکٹر رفیع اللہ مسعود تیمی

جماعت اہل حدیث اور اصلاح معاشرہ

یہ ہر ایک ذی علم شخص کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ایک دین کو پسند فرمایا ہے اور اس دین کا نام دین اسلام ہے۔ اور ''ورضیت لکم الاسلام دینا'' ''اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو (بطور دین کے) پسند فرمایا۔'' منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس دین کی ترویج واشاعت کے لئے بے شمار انبیائے کرام علیہم السلام کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ ان تمام کا ایک خاص مشن تھا۔ ان کے مشن کی تفصیلات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کو کتب سیرت سے والہانہ شغف ہے اور انبیائے کے واقعات اور ان کی سیرتوں سے خاصی دلچسپی رکھتا ہے۔ جو بھی شخص انبیائے سابقین کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہے، اسے قرآن کریم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو رہنما بنائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ جماعت اہل حدیث کا بھی وہی مشن ہے جو انبیائی مشن تھا اور اسی کو لے کر میدان عمل میں ہے۔ اور اسی پر عمل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشاں ہے جس کی تفصیلات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور تعلیمات میں پائی جاتی ہیں۔

دنیا میں لاکھوں انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا جال پھیلا اور ہر ایک نے ایک خطہ اور علاقہ کو اپنی دعوت کے نتیجہ میں زرخیز بنایا۔ اللہ سے ان کا رشتہ جوڑا۔ سماج میں اچھائیوں کو پھیلایا اور برائیوں کا انسداد کیا، لیکن سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی وہ دعا بڑی اہمیت کی حامل قرار پائی جو انہوں نے تعمیر بیت اللہ (خانہ کعبہ) کے بعد بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی تھی اور وہ دعا قبول ہوئی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (البقرۃ:۱۲۹) اے ہمارے رب ان کے درمیان سے ایک ایسا رسول بھیج دے جو ان کے اوپر (سامنے) تیری آیتوں کی تلاوت کرے (یعنی تیرے احکام پیش کرے) اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا سن لی اور بگڑے سماج اور بگڑے سماجی افراد کی اصلاح وتزکیہ کے لئے جس نبی کو مبعوث فرمایا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ (الجمعۃ:۲)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول کو انہی میں سے بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں تلاوت کر کے سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے (یعنی ان کی زندگی سنوارتا ہے) اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اس آیت کریمہ پر غور کیجئے اور دعائے ابراہیمی پر غور فرمائیے، پتہ چلے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد بعینہ وہی تھے جو انہوں نے دعا فرمائی تھی اور یہ مقاصد بعثت چار تھے۔

پہلا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو من وعن اس کے بندوں تک پہنچایا جائے۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس کتاب کے مطابق امت کو تعلیم دی جائے۔

تیسرا مقصد یہ تھا کہ حکمت کی تعلیم دی جائے اور ان میں فہم وفراست کا شعور پیدا کیا جائے۔

چوتھا مقصد یہ تھا کہ پوری امت کا تزکیہ کیا جائے اور ان کی زندگی سنواری جائے۔

یہ سارے کام اپنی جگہ بہت اہم تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کما حقہ ادا کیا۔ ان تمام کاموں میں تزکیہ امت کا کام اپنی جگہ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ دراصل تزکیہ نام ہے کسی کام کے لئے راہ سہل بنانا اور ہموار کرنا، راستوں سے رکاوٹیں، موانع ومشکلات دور کرنا، انسانی دلوں کو آلائشوں سے پاک وصاف کرنا اور اس کی نشوونما کرنے کا۔ جب ایک زمین ہو اور ہر طرح کے گھاس پھوس، جھاڑ اور سرکنڈوں سے بھری پڑی ہو تو اسے زمین کا تزکیہ اسی وقت کہا جائے گا جب ان تمام سے اس زمین کو صاف کر دیا جائے۔ اسی طرح جب انسانی مزاج وطبیعت سے برائی اور گمراہی اور عادات سیۂ کو دور کر دیا جائے جو نیکی کو قبول کرنے میں حائل ہوں، اور اسے اس طرح تعلیمات الٰہیہ ونبویہ کے ذریعہ تیار کر دیا جائے کہ وہ مثبت طور پر اللہ کی اطاعت اور نیکیوں کو قبول کرنے کے لائق ہو جائے تو کہا جائے گا کہ اس شخص کا تزکیہ ہو گیا۔ گویا دل ودماغ اور سماج ومعاشرہ سے برائیوں کو مٹانے اور بھلائیوں کو فروغ دینے کا نام ہی تزکیہ ہے اور یہی کام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا تھا۔

درحقیقت تزکیہ کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ بگڑے سماج کے افراد کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے منقاد ومطیع بن جائیں اور دو افراد مل جل کر ایسے خاندان کی بنیاد رکھیں جس میں شرک وگمراہی کا نام ونشان نہ رہ جائے۔ اس میں توحید الٰہی کو بڑھاوا ملے۔ ایسی راہ

عمل اختیار کی جائے جس پر پورے کنبے، خاندان، قوم اور ریاست بھی چل سکے اور انہی اصولوں کی روشنی میں اپنی اپنی اصلاح کر سکے۔ تجارت، معیشت، عدالت، تعلیم، زراعت، قانون سازی، سیاست اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسی روشنی میں معاملات طے پاسکیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے انبیاء کرام مختلف وقتوں میں اس دنیا میں تشریف لائے اور آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا۔

جب فرد وسماج سے برائیاں دور ہوجائیں اور بھلائیوں کو فروغ مل جائے۔ شرک کا خاتمہ ہوجائے اور توحید الٰہی کا بول بالا ہوتو ہم کہیں گے کہ دین اپنی اصلی شکل میں قائم ہے اور لوگ دین اسلام کے اصل پاسدار بن گئے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو دراصل اسی کا نام ''اصلاح معاشرہ'' بھی ہے۔ تزکیہ اور اصلاح معاشرہ میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ دونوں کام کی نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جماعت اہل حدیث اور اصلاح معاشرہ (یا تزکیہ) کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ تو اس کے لئے ہم عرض کریں گے کہ جماعت اہل حدیث جس کا منہج وعقیدہ قرآن وحدیث سے براہ راست ماخوذ ہے، اور اس کا تعلق اصلاح معاشرہ سے بڑا گہرا ہے۔ جماعت اہل حدیث انہی مقاصد کے لئے کام کررہی ہے۔ جب آپ غور سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ جماعت اہل حدیث مختلف النوع پروگرام کا اہتمام کررہی ہے۔ اور ان پروگراموں میں دروس قرآن وحدیث، خطابات اور تقریریں، مذاکرات، سوالات وجوابات، تقدیم مقالات وعناوین۔ یہ تمام چیزیں پیش کی جارہی ہیں۔ دراصل یہ تمام چیزیں قرآن وحدیث کی تعلیم دینے، دین سکھانے اور لوگوں میں دینی بصیرت پیدا کرنے کے لئے ہیں۔ جماعت اہل حدیث کا منشا یہ ہے کہ ساری قوتوں کو سمیٹ کر سماج میں نیکی پھیلانے اور برائی مٹانے کا عمل جاری رکھا جائے۔ کوئی اللہ کی مساجد میں، کوئی مدارس میں، کوئی کانفرنس اور جلسوں میں، کوئی جمعیت کے پلیٹ فارم سے مختلف میدانوں میں، کوئی تفہیم قرآن وحدیث کے مجالات میں یہ کام کررہا ہے۔ بعض غیر مسلمین میں اپنی مخلصانہ دعوت پیش کررہے ہیں۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ بہ فضل الٰہی اس دعوت حقہ کے اچھے اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ لوگ منہج قرآن وحدیث سے اپنا تعلق جوڑ رہے ہیں۔ جماعت اہل حدیث ہمیشہ سے اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ عوام الناس کو غلط راستوں پر چلنے سے روکنے میں کوشاں رہی ہے۔ اور یہ بخوبی علم ہے کہ کوئی ایسا موقع بھی ضائع نہیں ہونے دیتی ہے۔ جب جیسی ضرورت پڑتی ہے، ویسا ہی کام کرتی ہے جس کا تعلق اصلاح معاشرہ سے ہوتا ہے۔

جماعت اہل حدیث کے ذمہ داران اور قرآن وحدیث کے منہج سے وابستہ افراد ہر میدان میں اپنی طاقت بھر اپنی تعلیمات ایک دوسرے کو شیئر کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو خالص قرآن وحدیث کی تعلیمات سے فائدہ اٹھانے کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ وہ عوام الناس کو اس بات کی تعلیم دینے میں محو ہیں کہ قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی جائے، اس لئے کہ تمام قسم کے ضلالات وسیئات سے نجات دلانے کا ذریعہ وہی ہیں۔ ان کا بنیادی کام پوری قوم اور تمام معاشرے سے متعلق ہے۔ اگر ہمارا مقصد سماج سے بھلائیوں کا فروغ اور برائیوں کا سدباب کرنا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو نظم جماعت کے حوالہ کردیں۔ اور پوری دلجمعی کے ساتھ اس انبیائی مشن کو فروغ دینے میں لگ جائیں جو جماعت اہل حدیث کا بھی اصل مقصد ہے۔ اگر نظم جماعت کو ہر جگہ برقرار نہ رکھا گیا اور اس کی قدر وقیمت نہ سمجھی گئی تو ہماری دعوت کے اثرات بھی آفاقی نہیں ہوں گے اور اصلاح چاہنے والے لوگ بھی اس جدوجہد سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے ضروری ہے کہ جماعت اہل حدیث کی سرگرمیوں سے تعلق جوڑا جائے اور اصلاح طلب افراد کو بھی اس دائرے میں لایا جائے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو لوگ جماعت اہل حدیث سے وابستہ نہیں ہیں، وہ نبوی طریقہ کار سے دور ہیں، ہاں ان کی جدوجہد بھی نبوی منہج کے موافق ہونی چاہیے۔ اور ان کی حقیقی بھلائی کی جدوجہد منہج سلف سے میل کھانا چاہیے، جو جہاں کہیں بھی ہے اس کو بھلائی کے فروغ اور برائی کے انسداد میں حصہ لینا چاہیے۔

اگر آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو برحق مانتے ہیں اور نیکیوں کو سماج میں پھیلانے اور برائی کو مٹانے کے خواہش مند تو پھر عملی طور پر نبوی منہج پر عمل کیجئے اور عملاً اس کا ثبوت فراہم کیجئے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جماعت اہل حدیث کا بنیادی کام اصلاح معاشرہ بھی ہے۔ یعنی معاشرہ میں رہنے والے افراد کو بھلائیاں اختیار کرنے اور برائیاں چھوڑ دینے کی دعوت دینا ہے۔ جماعت اہل حدیث کے ہر فرد کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اصلاح معاشرہ کے لئے جدوجہد کرنا اور جماعت اہل حدیث کے پلیٹ فارم سے منعقدہ دعوتی، اصلاحی، دینی اور معاشرتی دروس واجتماعات میں حصہ لینا ناگزیر ہے۔ یہ کام ہمیں تاحیات انجام دینا ہے اور اپنی جدوجہد جاری رکھنی ہے۔

جماعت اہل حدیث کا ایک مشن ہے جس کو کئی نوعیت سے پیش کرنے کی کوشش جاری ہے۔ ہر فرد معاشرہ خواہ وہ کہیں بھی ہو چاہیے کہ وہ اپنی تگ ودو کو منہج نبوی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق بنائے اور دعوتی مشن کو قرآن وحدیث کی روشنی میں انجام دے۔ جماعت اہل حدیث کے ہر کاز سے محبت ہونی چاہیے اور اصلاح معاشرہ کے لئے بھرپور جدوجہد کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق ارزانی فرمائے اور ہر ایک فرد کو جماعت اہل حدیث کے اس مشن سے لگاؤ رکھنے اور بھرپور جدوجہد کرنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

ترجمہ: اسعد اعظمی
جامعہ سلفیہ، بنارس

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ، آپ کی دعوت کی حقیقت اور الزامات کی تردید

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره الكافرون. والصلاة والسلام على النبي المصطفى محمد بن عبد الله وعلى آله واصحابه النجباء. اما بعد!

سطور ذیل میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ پیش کیا جا رہا ہے، یہ خود شیخ ہی کی تحریر ہے، آپ نے دلائل کے ساتھ اپنا عقیدہ بیان کیا ہے اور آپ کے عقیدے کے بارے میں جو شکوک وشبہات اور اعتراضات پیش کیے جاتے تھے آپ نے ان کا جواب بھی دے دیا ہے۔

یہ تحریر ہم قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ عقل مند انسان خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ جو شخص حق اور سچائی کا طلب گار ہوتا ہے وہ اسے اس کی صحیح جگہ پر تلاش کرتا ہے اور حق بات تو ایک مومن کی متاع گم گشتہ ہوتی ہے جسے پا کر وہ خوش ہوتا ہے۔

قصیم والوں نے جب شیخ سے آپ کے عقیدے کے بارے میں استفسار کیا تو شیخ نے ان کے پاس درج ذیل خط لکھا:

”میں اللہ تعالیٰ کو، اپنے پاس موجود فرشتوں کو اور آپ لوگوں کو گواہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ میرا وہی عقیدہ ہے جو فرقہ ناجیہ یعنی اہل السنّت والجماعت کا ہے۔ یعنی اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر اور بھلی بری تقدیر پر ایمان۔ ایمان باللہ میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اپنی جو صفات بیان کی ہیں ان پر بغیر تحریف وتعطیل کے ایمان رکھا جائے۔ بلکہ میرا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے کسی ایسی چیز کی نفی نہیں کرتا جس سے اس نے اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے، اور کلمات کو ان کی جگہوں سے ردوبدل نہیں کرتا، نہ اللہ کے ناموں اور اس کی آیتوں میں الحاد سے کام لیتا ہوں، نہ ان کی کیفیت بیان کرتا ہوں، نہ اللہ کی صفتوں کو اس کی مخلوق کی صفتوں کے مثل مانتا ہوں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی ہم نام ہے، نہ ہمسر ہے، نہ کوئی اس کا مد مقابل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق پر قیاس نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو اور اپنے غیر کو خوب جانتا ہے، وہ سچے قول والا اور اچھی بات والا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو ان چیزوں سے پاک وصاف قرار دیا ہے جن چیزوں سے کیفیت بیان کرنے والے اور تشبیہ دینے والے مخالفین نے اس کو متصف ٹھہرایا ہے، اور ان چیزوں سے بھی اپنے آپ کو پاک وصاف قرار دیا ہے جن کی نفی کرنے والے اہل تحریف اور اہل تعطیل نفی کرتے ہیں۔ لہٰذا اس نے فرمایا: (ترجمہ: پاک ہے آپ کا رب جو بہت عزت والا ہے ہر اس چیز سے (جو مشرک) بیان کرتے ہیں، اور پیغمبروں پر سلام ہے اور سب طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے-سورہ صافات: ۱۸۱-۱۸۳)

فرقہ ناجیہ افعال باری تعالیٰ کے باب میں قدریہ اور جبریہ کے بیچ اعتدال پر قائم ہے، وہ وعید الٰہی کے معاملے میں مرجئہ اور وعیدیہ کے درمیان اعتدال پر قائم ہے، اسی طریقے سے ایمان اور دین کے معاملے میں حروریہ ومعتزلہ اور مرجئہ وجہمیہ کے درمیان اعتدال پر ہے، صحابہ رسول کے معاملے میں بھی یہ فرقہ ناجیہ روافض وخوارج کے بیچ اعتدال پر قائم ہے۔

اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، اللہ ہی سے شروع ہوا ہے اور اسی کی طرف پلٹے گا، اللہ نے اس کے ساتھ حقیقتاً کلام کیا ہے اور اسے اپنے بندے اور رسول، وحی کے امین اور اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان سفیر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے۔

اور میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی چیز اس کے ارادے کے بغیر نہیں ہوتی، کوئی چیز اس کی مشیت سے خارج نہیں۔ دنیا کی کوئی چیز اس کی تقدیر سے باہر نہیں، ہر چیز اس کی تدبیر ہی سے صادر ہوتی ہے، کسی کو مقررہ تقدیر سے مفر نہیں اور لوح محفوظ میں اس کے لیے جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

موت کے بعد جو کچھ ہونے والا ہے جس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے رکھی ہے اس پر میں کامل ایمان رکھتا ہوں، پس میں عذاب قبر اور نعمت قبر پر ایمان رکھتا ہوں اور روحوں کو جسموں کی طرف پلٹائے جانے پر ایمان رکھتا ہوں، اور یہ کہ لوگ رب العالمین کے لیے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون کھڑے ہوں گے، سورج ان کے قریب ہوگا اور میزان نصب کیے جائیں گے اور ان پر بندوں کے اعمال تولے جائیں گے: (ترجمہ: تو جن کے میزان وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہوں گے اور جن کے میزان ہلکے ہوں گے تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا، یہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے-سورہ مومنون: ۱۰۲-۱۰۳) اور نامہ اعمال پھیلائے جائیں گے تو کوئی اپنی کتاب کو داہنے ہاتھ سے لے گا اور کوئی اپنی کتاب کو بائیں ہاتھ سے لے گا۔

میں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر بھی ایمان رکھتا ہوں جو قیامت کے

میدان میں ہوگا، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا، اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کی تعداد جیسی ہوگی، جو اس سے ایک بار پی لے گا اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جہنم کے کنارے پل صراط نصب کیا جائے گا اور لوگ اپنے اعمال کے مطابق اس سے گذریں گے۔

اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر بھی یقین رکھتا ہوں اور یہ کہ آپ پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور پہلے شخص ہوں گے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ علم کی شفاعت کا انکار اہل بدعت وضلال کے علاوہ کوئی نہیں کرتا۔ البتہ یہ شفاعت اللہ کی اجازت اور اس کی رضامندی کے بعد ہی ہوگی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ: وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر اسی کی جس سے اللہ راضی ہو-سورہ انبیاء: ۲۸) مزید فرمایا: (ترجمہ: اس کے پاس بجز اس کی اجازت کے کون شفاعت کرسکتا ہے-سورہ بقرہ: ۲۵۵) (ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ان کو کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور چاہت سے جس کے لیے چاہے اجازت دے دے-سورہ نجم: ۲۶) اور وہ بغیر توحید کے راضی نہیں ہوگا اور موحدین کے علاوہ کسی کے لیے اجازت نہیں دے گا۔ رہ گئے مشرکین تو ان کے لیے شفاعت میں کوئی حصہ نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے: (ترجمہ: ان کے لیے سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دے گی-سورہ مدثر: ۴۸)

اور میں اس پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ جنت وجہنم دونوں مخلوق ہیں اور آج بھی یہ دونوں موجود ہیں، یہ دونوں فنا نہ ہوں گی۔ اور یہ کہ اہل یمان اپنے رب کو اپنی نگاہوں سے قیامت کے روز دیکھیں گے جیسے چودہویں رات کا چاند دیکھتے ہیں وہ اس کو دیکھنے میں ایک دوسرے کے لیے رکاوٹ نہ بنیں گے، اور میں یہ ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں، اور کسی بندے کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لائے اور آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے۔ اور امت محمدیہ میں سب سے افضل ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین، پھر علی مرتضیٰ، پھر جنت کے بشارت یافتہ دس صحابہ میں سے باقی ماندہ، پھر اہل بدر، پھر اہل شجرہ یعنی بیعت رضوان والے، پھر بقیہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو دوست رکھتا ہوں، ان کے محاسن کو ذکر کرتا ہوں، ان سے رضا کا اظہار کرتا ہوں، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، ان کی خامیوں پر گفتگو کرنے سے اپنے آپ کو روکتا ہوں، ان کے درمیان جو اختلافات ہوئے ان پر خاموشی اختیار کرتا ہوں اور اللہ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے ان کے فضل کا عقیدہ رکھتا ہوں: (ترجمہ: اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گذرے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لیے کینہ نہ بنا، اے ہمارے رب! بے شک تو رؤف ورحیم ہے-سورہ حشر: ۱۰)

اور میں امہات المومنین جو ہر برائی سے پاک ہیں ان کے لیے رضا کی دعا کرتا ہوں۔ اور میں اولیاء وصالحین کی کرامات اور ان کے مکاشفات کا اقرار کرتا ہوں، البتہ یہ لوگ اللہ کے حق میں سے کسی بھی چیز کے مستحق نہیں اور ان سے کوئی ایسی چیز طلب نہیں کی جاسکتی جس پر اللہ کے سوا کسی کو قدرت نہ ہو۔ اور میں کسی بھی مسلمان کے لیے جنت یا جہنم کی شہادت نہیں دیتا مگر جس کے لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہو۔ البتہ نیکوکار کے لیے اچھی امید رکھتا ہوں اور بدکار پر خوف کھاتا ہوں، اور کسی مسلمان کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں گردانتا اور نہ اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتا ہوں۔

اور میرا کہنا ہے کہ جہاد ہر امام کے ساتھ جاری رہے گا خواہ وہ نیکوکار ہو یا فاجر، اور نماز باجماعت ان کے پیچھے درست ہوگی اور جب سے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے جہاد جاری ہے یہاں تک کہ اس امت کا آخری گروہ دجال سے قتال کرے گا، اسے نہ کسی ظالم کا ظلم باطل کرسکتا ہے نہ کسی عادل کا عدل۔

اور میں نیک وبدائمہ مسلمین کی سمع وطاعت ضروری سمجھتا ہوں جب تک وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں۔ اور جو خلافت کا والی ہو اس پر لوگ جمع ہو جائیں اور اس سے راضی ہوں یا جو لوگوں پر تلوار سے غلبہ حاصل کرلے یہاں تک کہ خلیفہ بن بیٹھے تو اس کی اطاعت ضروری ہے اور اس سے بغاوت کرنا حرام ہے۔

اور میرا کہنا ہے کہ اہل بدعت کو چھوڑ کر ان سے کنارہ کشی اختیار کی جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں۔ اور میں ان کے ظاہر پر حکم لگاتا ہوں اور ان کا باطن اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ اور میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ دین میں جو نئی بات ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے۔

اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ایمان، زبان سے کہنے، اعضاء سے عمل کرنے اور دل سے یقین رکھنے کا نام ہے، وہ طاعت کے کاموں سے بڑھتا اور معصیت کے کاموں سے گھٹتا ہے، اس کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، سب سے اونچی شاخ لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے اور سب سے معمولی شاخ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا ہے۔ اور میں یہ مانتا ہوں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ویسے ہی واجب ہے جیسے کہ شریعت محمدیہ مطہرہ نے واجب ٹھہرایا ہے۔

یہی مختصراً میرا عقیدہ ہے جسے میں نے کافی مشغولیت کی حالت میں تحریر کردیا ہے تاکہ آپ لوگ میرے موقف سے آگاہ ہو جائیں اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر نگہبان ہے۔

پھر آپ لوگوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ مجھے یہ خبر مل چکی ہے کہ سلیمان بن سحیم کا خط آپ لوگوں کو ملا ہے اور آپ لوگوں سے وابستہ بعض مدعیان علم نے اس خط کو سچا مان لیا ہے حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ اس شخص نے ایسی باتیں گھڑ کر میری طرف منسوب کی ہیں جنہیں میں نے کہا ہی نہیں اور ان میں سے اکثر میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آئی ہیں۔

انہی باتوں میں سے ان کا یہ کہنا کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو باطل سمجھتا ہوں، میں یہ کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے کسی چیز پر قائم نہیں ہیں، میں اجتہاد کا دعوی کرتا ہوں، میں تقلید سے خارج ہوں، میں یہ کہتا ہوں کہ علماء کا اختلاف ایک عذاب ہے، میں صالحین کا وسیلہ پکڑنے والے کو کافر گردانتا ہوں، میں ''یا اکرم الخلق...الی آخرہ'' کہنے پر بوصیری کی تکفیر کرتا ہوں، میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میرے بس میں ہوتو قبہ رسول کو ڈھا دوں اور اگر میرے بس میں ہوتو خانہ کعبہ کا پرنالہ نکال کر لکڑی کا پرنالہ لگا دوں، میں قبر نبوی کی زیارت کو حرام ٹھہراتا ہوں، والدین وغیرہ کی قبر کی زیارت کو میں غلط سمجھتا ہوں، غیر اللہ کی قسم کھانے والے کو کافر ٹھہراتا ہوں، ابن فارض اور ابن عربی کی تکفیر کرتا ہوں، دلائل الخیرات اور روض الریاحین نامی کتابوں کو نذر آتش کرتا ہوں، اور روض الریاحین کو روض الشیاطین کہتا ہوں۔ ان تمام باتوں پر میرا یہی جواب ہے کہ "سبحانك هذا بهتان عظيم" اے اللہ تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

اس بہتان کو ان لوگوں نے مان لیا جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگایا تھا کہ آپ عیسیٰ بن مریم کو اور صالحین کو گالی دیتے ہیں، جھوٹ کا بہتان باندھنے اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ: جھوٹ کا بہتان وہ لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے -سورہ نحل: ۱۰۵) ان مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگایا کہ آپ کہتے ہیں کہ فرشتے، عیسیٰ اور عزیر جہنمی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ: بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے۔ (سورہ انبیاء: ۱۰۱)

رہ گئے کچھ دوسرے مسائل، مثلاً یہ کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک انسان لا الہ الا اللہ کا معنیٰ نہیں سمجھے گا اس کا اسلام کامل نہ ہوگا اور یہ کہ جو میرے پاس آتا ہے میں اسے اس کا معنیٰ سمجھاتا ہوں۔ اور یہ کہ اگر کوئی نذر ماننے والا اپنی نذر کے ذریعے غیر اللہ کے تقرب کا ارادہ کرتا ہے اور اسی خاطر نذر مانتا ہے تو میں اس کو کافر ٹھہراتا ہوں ،اور یہ کہ غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا کفر ہے اور ایسا ذبیحہ حرام ہے، تو یہ مسائل درست ہیں اور میں ان کا قائل ہوں، اور میرے پاس ان مسائل پر کتاب وسنت اور ائمہ اربعہ جیسے علماء متبعین کے اقوال سے دلائل موجود ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ آسان کرے گا تو میں مستقل رسالہ میں ان شاء اللہ مفصل جواب لکھوں گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھی سمجھیں اور غور کریں: (ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق کوئی خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے-سورہ حجرات، ۶)

(الدرر السنية فى الاجوبة النجدية، تاليف: علماء نجد الاعلام، تحقيق: عبد الرحمن بن محمد بن قاسم-۱/۲۸-۳۱)

☆☆☆

جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ، لال گوپال گنج میں معزز مہمانان کی آمد پر استقبالیہ تقریب

:۱۸/دسمبر ۲۰۲۳ء دوشنبہ کو سرپرست جامعہ جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار الفریوائی حفظہ اللہ کی دعوت پر دو اہم علمی ودعوتی ہستیوں نے جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج کو اپنی تشریف آوری سے زینت بخشی۔ فضیلۃ الشیخ رفیع احمد بن محمد عاقل مدنی صاحب (مقیم حال سڈنی، آسٹریلیا)، د۔ ابوعمر پرویز ناکو اعمری مدنی حفظہ اللہ، مدیر مرکز دار الہدیٰ، اڈپی، کرناٹک۔ دونوں حضرات کی جامعہ آمد پر ایک استقبالیہ پروگرام منعقد کیا گیا جس کی صدارت ناظم جامعہ جناب مولانا محمد حسان صاحب سلفی /حفظہ اللہ نے کی اور نظامت کے فرائض مولانا ریاض احمد سلفی صاحب/ شیخ الجامعہ نے انجام دیئے، خطبہ استقبالیہ ازہر بن عبدالرحمٰن الرحمانی نے پیش کیا۔

اس کے بعد معزز مہمانان کو دعوت خطاب دی گئی۔ ڈاکٹر ابوعمر پرویز عمری مدنی /حفظہ اللہ نے اپنے مفصل اور ولولہ انگیز خطاب میں طلبہ کو گرانقدر نصائح اور مفید مشوروں سے نوازا، اور انہیں اساتذہ کرام سے بھرپور استفادہ اور ان کی نصیحتوں کو حرز جان بنانے کی تلقین کی اور قوم وملت کی خدمت اور اپنی صلاحیتوں کے صحیح استعمال کی ترغیب دی، اور منصوبہ بند طریقے سے عزم وحوصلہ کے ساتھ بڑی سوچ اور بڑے مقصد کو مدنظر رکھ کر کام کرنے کی ترغیب دی۔ انھوں نے کچھ لوگوں کی مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ کس طرح فرد واحد نے اپنی بلندی فکر اور عزم وحوصلہ کے ذریعہ بڑے بڑے ادارے قائم کئے اور بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں۔ ساتھ ہی موصوف نے برادران وطن کے سامنے صحیح اسلام کی ترجمانی پر مشتمل مواد (کتب، آڈیو، ویڈیو) کی تیاری کی طرف توجہ دلائی۔ اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہم نے مواقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اسلامی تعلیمات کو برادران وطن تک پہنچانے کی کوشش نہیں کی، جس کا نتیجہ آج ہم دیکھ اور بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح شیخ رفیع احمد بن محمد عاقل مدنی حفظہ اللہ نے اپنے طویل تجربات کی روشنی میں طلبہ کو مفید مشوروں سے نوازا، اور اخلاص کے ساتھ دلجمعی سے خدمت دین میں لگے رہنے کی تلقین وتائید کی اور بتایا کہ روزی رساں اللہ تعالیٰ ہے، اس نے سب کی روزی اپنے ذمہ لے رکھی ہے، محض دنیا کمانے کے لئے دین اور دینی تعلیم سے دوری اختیار کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

اخیر میں محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالجبار فریوائی صاحب نے اپنے گرانقدر نصائح سے نواز۔ (ازہر بن عبدالرحمٰن الرحمانی، جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج، پریاگ راج، یوپی)

گاؤں محلہ میں صباحی ومسائی مکاتب قائم کیجیے
اور مکاتب میں تجوید وتعلیم قرآن کریم کا اہتمام کیجئے!

حضرات! قرآن کریم بنونوع انسان وجنان کے نام اللہ رب العالمین کا آخری پیغام ہے۔ جو نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، جو ہدایت کا سرچشمہ، عبرت وموعظت کا ذریعہ اور دین وشریعت اور توحید ورسالت کا اولین مرجع ومصدر ہے، جس کا حرف حرف علم وعرفان اور حکمت وموعظمت کے موتیوں سے لبریز ہے، جس کی تعلیم وتعلم اور تلاوت باعث ثواب اور جس پر عمل فوز وفلاح اور سعادت دارین کا سبب اور ضمانت ہے اور قوموں کی عزت وذلت اور عروج وزوال اسی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اول یوم سے اس کی تلاوت وقرأت اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کیا، حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کے مکاتب ومدارس قائم کئے اور سوسائٹی میں اس کی تعلیم واتباع کو خصوصیت کے ساتھ رواج دیا۔ نتیجتًا وہ اس اہتمام بالقرآن کی برکت سے ہر میدان میں اوج کمال تک پہنچے۔ لیکن بعد کے ادوار میں یہ روشن روایت دن بدن کمزور پڑتی گئی۔ خود برصغیر میں تعلیم وتفسیر قرآن کریم تو کجا تجوید وقرأت کا عرصہ تک کما حقہ اور مضبوط انتظام نہ ہوسکا اور نہ اس پر خصوصی توجہ مبذول کی گئی۔ حالانکہ تعلیم وتعلم قرآن میں علم تاویل وتفسیر اور غور وفکر کے ساتھ ساتھ تجوید بھی مقصود تھا اور ہمارے نبی کریم محمد ﷺ نے اس کی بڑی تاکید بھی فرمائی تھی۔

مقام شکر ہے کہ چند دہائی قبل مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سمیت مختلف جہات سے تعلیمی بیداری مہم کے نتیجے میں مدارس وجامعات اور مکاتب ومساجد میں تجوید قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع ہوا تھا جس کے ملکی سطح پر بہترین ثمرات سامنے آئے۔ پورے ملک میں مکاتب بڑے پیمانے پر قائم ہوئے اور بہت سی بستیوں میں مکتب کی تعلیم کے زیر اثر بچوں کی ذہنی طور پر نشو ونما ہونے لگی۔ لیکن روز بروز بدلتے حالات کے پیش نظر عصری تعلیم گاہوں اور کونٹس اور گاؤں میں مدارس کی وجہ سے مکاتب بہت متاثر ہوئے۔ لہٰذا مکاتب کو بڑے اور عمدہ پیمانے پر پروان چڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل کو دین کی بنیادی باتوں اور قرآن کریم سے روشناس کرایا جاسکے۔

لہٰذا آپ حضرات سے دردمندانہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے خصوصی توجہ مبذول کریں اور اپنے گاؤں اور محلوں میں صباحی ومسائی مکاتب کے قیام کو یقینی بنائیں، اگر قائم ہیں تو ان کی سرگرمی وفعالیت میں بہتری لائیں، قدیم نظام کا احیاء کریں، ان میں تجوید وتعلیم قرآن کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ جماعت وملت کے نونہالوں کو دین واخلاق سے آراستہ کرسکیں اور انھیں دین وعقیدہ پر قائم رکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک ہوکر دین حنیف، جماعت وجمعیت اور ملک وملت کی مخلصانہ خدمت انجام دینے کی توفیق بخشے، ہر طرح کے فتنے اور آزمائش سے محفوظ رکھے اور عالمی مہلک وبا کورونا وغیرہ سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

اپیل کنندگان

اصغر علی امام مہدی سلفی

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ودیگر ذمہ داران

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے : (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال و اولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292